مع صاحبزادگان و خلفاء

مرتبہ:

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

ناشر الفرقان بکڈپو نظیر آباد (۳۱ نیا گاؤں مغربی) لکھنؤ

تذکرہ

خواجہ باقی باللہؒ

اور

صاحبزادگان و خلفاء

جس میں

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے شیخ و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ، ان کے صاحبزادگان خواجہ کلاںؒ و خواجہ خردؒ اور (حضرت مجددؒ کے علاوہ) ممتاز خلفاء، تاج العارفین شیخ تاج سنبھلی مکیؒ، خواجہ حسام الدین دہلویؒ و خواجہ الہ داد دہلویؒ کے سوانح حیات اور صفات و امتیازات پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ مستند مآخذ سے اخذ کر کے پیش کیے گئے ہیں، اور قدیم و جدید مورخین کی غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے۔

مرتبہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

ناشر: کتب خانہ الفرقان، ۳۱ نیا گاؤں مغربی، نظیر آباد لکھنؤ

ایڈیشن مئی ۱۹۸۶ء ... ... ایک ہزار
کتابت :- ... ... عظمت علی
طباعت :- ... ... سرفراز پریس لکھنؤ
باہتمام :- ... ... محمد حسان نعمانی

قیمت
صرف ₹16.00 پے

ملنے کا پتہ
الفرقان بکڈپو، ۳۱-نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

فہرست عنوانات تذکرہ خواجہ باقی باللہؒ مع صاحبزادگانؒ خلفاء

تعارف

از: مولینا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصلحت

اب سے ۴۰، ۴۱ سال پہلے ۱۳۵۷ھ م ۱۹۳۸ء میں جب ماہنامہ الفرقان بریلی سے نکلتا تھا) اس کا "مجدد الف ثانی نمبر" شائع ہوا تھا ـــــ حسنِ اتفاق سے اس زمانہ میں میرے مخلص اور عزیز دوست مولانا نسیم احمد فریدی امروہی کا قیام "مدرسہ اشفاقیہ بریلی" کے صدر مدرس کی حیثیت سے بریلی ہی میں تھا اور وہ میرے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اسلئے اس نمبر کی ترتیب و تیاری میں وہ برابر میرے شریک اور معاون رہے، اسکے لئے انھوں نے حضرت مجددؒ کے خلفاء پر ایک مبسوط مقالہ بھی لکھا تھا جو اس نمبر کے اہم مقالات میں سے تھا[1] ـــــ اسی کی تیاری کے سلسلے میں مولانا موصوف نے حضرت مجددؒ کے مکتوبات اور ان کے سوانح اور تذکروں کا بالخصوص اُنکے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ کی مصنفہ "زبدۃ المقامات" کا مطالعہ بڑے اہتمام سے کیا تھا۔ اس میں حضرت مجددؒ کے حالات و سوانح کے ساتھ اُن کے شیخ و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا تذکرہ بھی خاصی تفصیل سے کیا گیا ہے (اسکے لئے اس کا اصل نام "برکات الاحمدیہ الباقیہ" ہے) اسکے مطالعہ سے اور اس زمانہ سے مولینا فریدی کو اِن دونوں حضرات کے ساتھ وہ للّہی محبت و عقیدت کا تعلق پیدا ہو گیا جو ان چیزوں

---

[1] مولانا فریدی کا یہ مقالہ مجدد الف ثانی نمبر کے اس کتابی اڈیشن میں بھی شامل ہے جو "تذکرہ امام ربانی" کے نام سے کتب خانہ الفرقان سے شائع ہو چکا ہے اور جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زندگی، صفات و امتیازات، آپ کے فیضانی اور تجدیدی کارناموں کے بیان میں جامع ترین کتاب ہے۔

کے مطالعہ سے ایک سلیم القلب مومن بندہ کو ہونا چاہیئے۔

غالباً اُسی زمانہ میں مولانا کو یہ بھی احساس ہوا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ پر تو الفرقان کے اس نمبر میں بھی اور اُس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اُردو میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ان کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ پر اس کی نسبت بہت کم لکھا گیا ہے ـــــ میرا خیال ہے کہ اسی سے مولانا زیدی کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا تذکرہ (جیسا کہ اس کا حق ہے) کسی قدر بسط و تفصیل سے، مستند ماخذ سے اخذ کر کے مرتب کیا جائے۔

اس سلسلے میں مولانا کی مورخانہ تلاش و جستجو اور اس کے لئے کتابوں کا مطالعہ جاری رہا۔ ـــ اسی کے ساتھ حضرت خواجہ کے دونوں صاحبِ فضل و کمال فرزندوں (خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ معروف بہ خواجۂ کلاں و خواجہ خرد) اور اکابر خلفاء سے متعلق بھی تاریخی مواد وہ تلاش کرتے رہے اور جیسا کہ ناظرین اس مجموعہ کے مطالعہ سے محسوس کریں گے اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق نے اس تلاش و جستجو میں انھیں بہت کامیاب کیا۔

انھوں نے اب سے قریباً ۲۵ سال قبل، اولاً حضرت خواجہ کے دونوں صاحبزادوں پر ایک مقالہ لکھا جو "بحرِ ولایت کے دو آبدار موتی" کے عنوان سے الفرقان کے جمادی الاخریٰ اور رجب ۱۳۷۲ھ کے شماروں میں شائع ہوا تھا ـــ اسکے بعد خود نفس نفیس حضرت خواجہ قدس سرہٗ پر مقالہ لکھا جو ۱۳۷۳ھ میں ماہ محرم سے ربیع الثانی تک کے شماروں میں مسلسل ۴ قسطوں میں شائع ہوا تھا ـــــ اسکے بعد (حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ) حضرت خواجہ کے تین ممتاز اور جلیل القدر خلفاء (تاج العارفین حضرت شیخ تاج سنبھلی مکیؒ، حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلویؒ اور خواجہ الہ داد دہلویؒ) پر الگ الگ مقالات لکھے جو جمادی الاخریٰ اور رمضان و شوال ۱۳۷۳ھ اور محرم ۱۳۷۴ھ کے شماروں میں شائع ہوئے تھے۔

اس کے بعد بھی اس موضوع سے متعلق مولانا زیدی کی تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ

ان مضامین کی اشاعت سے قریباً ۱۵،۱۶ سال کے بعد ۱۳۹۰ھ میں موصوف نے حیدرآباد دکن کا ایک سفر کیا تو وہاں ان کو کتب خانۂ آصفیہ میں حضرت خواجہ خرد کے ملفوظات کا ایک نادر نسخہ مل گیا جو بلاشبہ بڑا قیمتی اور نایاب روحانی و عرفانی تحفہ تھا، اس کو انھوں نے نقل کر لیا اور ان ملفوظات کو ایک مقالہ کی شکل میں مرتب کر دیا جو "بزم خواجہ خرد کی ایک جھلک" کے عنوان سے ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ کے دو شماروں میں شائع ہوا تھا۔

پھر جب ان سب مقالات کو اس کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ کیا گیا تو مولانا فریدی نے ان سب پر نظر ثانی کی، بہت سے مقامات پر نئی معلومات کی روشنی میں ترمیمیں کیں، اضافے کیے اور استدراکات لکھے، اس کے علاوہ مقالات کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی گئی ـــ اب ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے (جیسا کہ پہلے بھی تھا) حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا تذکرہ ہے جو ص۹ سے شروع ہو کر ص۳۶ پر ختم ہوا ہے ـــ اسکے بعد "بحر ولایت کے دو آبدار موتی" کے زیر عنوان آپ کے دونوں صاحبزادوں "خواجہ کلاں" و "خواجہ خرد" کا تذکرہ ہے جو ص۳۷ سے شروع ہو کر ص۶۹ پر ختم ہوا ہے ـــ اس کے بعد "بزم خواجہ خرد کی ایک جھلک" کے زیر عنوان خواجہ خردؒ کے ملفوظات پر مشتمل مقالہ ہے، یہ ص۷۰ سے شروع ہو کر ص۹۴ پر ختم ہوا ہے، سب سے آخر میں حضرت خواجہ کے تین جلیل القدر خلفاء تاج العارفین شیخ تاج سنبھلی مکیؒ، شیخ حسام الدین دہلوی اور شیخ الہداد دہلوی پر الگ الگ تین مقالے ہیں یہ ص۹۵ سے شروع ہو کر کتاب کے آخری صفحہ پر ختم ہوتے ہیں ـــ [illegible]ائی اپنے بندوں کو ان مقالات سے وہ دینی و روحانی نفع پہنچائے جس کی امید پر یہ لکھے [illegible] کتابی شکل میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

[جن کے لکھے ہوئے مقالات کا یہ مجموعہ آپ کے ہاتھ میں ہے]

راقم سطور [illegible] ء اور اسکے مقالات کے مندرجہ بالا تعارف سے فارغ ہو چکا

تو دل میں یہ شدید تقاضا پیدا ہوا کہ صاحبِ مقالات مولانا فریدی کا بھی کچھ تعارف اپنے ناظرین سے کرا دیا جائے۔

وہ ایک درویش صفت، فقیرانہ زندگی گزارنے والے، اکثر زمین اور چٹائی پر سونے والے اُس طرح کے صاحبِ درس و افتا اور صاحبِ قلم و صاحبِ تصانیف عالمِ دین ہیں جیسے کبھی پہلے ہوا کرتے تھے، جن کا تذکرہ ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں ___ اس عاجز کا ان سے تعارف اور تعلق پچاس سال سے بھی کچھ زیادہ کا ہے جبکہ میں ۱۳۴۷ - ۴۸ھ میں ان کے وطن امروہہ کے ایک مدرسہ میں مدرس تھا وہ اس وقت ایک مثالی قسم کے مہذب اور صالح نوجوان تھے، انھوں نے بہت کم عمری میں پہلے مڈل اور پھر ہائی اسکول اور اعلیٰ قابلیت (اُردو) اور منشی کامل (فارسی) وغیرہ امتحانات پاس کر لئے تھے، جس کے بعد (اس دور کے خاص حالات میں) بآسانی کسی اسکول یا کالج میں معقول تنخواہ پر اُردو فارسی کے استاذ کی حیثیت سے ان کا تقرر ہو سکتا تھا ___ اور اُنکے گھر اور معاشی حالات کا بھی تقاضا تھا ___ لیکن انھوں نے خالص دینی جذبہ کے تحت دینی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے کچھ مُدت تک امروہہ ہی میں طالب علمی کرتے رہے، پھر دارالعلوم دیوبند جا کر تکمیل کی: اور اس کے بعد اپنے بزرگوں والی دینی مدارس میں تدریس کی لائن اختیار کر لی، جس میں اس زمانہ میں اکثر و بیشتر بقدر کفاف ہی مشاہرہ ہوتا تھا۔

اپنے بعض قریبی اعزہ کا یہ حال دیکھ کر کہ وہ بیچارے اپنا معاشی بوجھ اُٹھانے کے لائق نہیں ہیں مولانا نے اپنے لئے فقر و قناعت کے علاوہ تجرد کی زندگی گزارنے کا بھی فیصلہ کر لیا تاکہ ان کی خدمت کر سکیں اور پھر اللہ کے بندے نے پوری زندگی اسی طرح گزار دی۔ اس وقت عمر ۷۰ کے لگ بھگ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و فضل اور درویشانہ صفات کے ساتھ تاریخی تلاش و تحقیق کا خاص ذوق و شغف اور پھر اس تحقیق و مطالعہ کے نتائج کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کا خاص سلیقہ اور ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔ ان کی سادہ تحریر میں خاص قسم کی تاثیر اور دلکشی بھی ہوتی ہے ___ جس کا

نمونہ اس مجموعہ میں شامل ان کے مقالات ہیں ـــــ اُن کے پروردگار کا یہ بھی ان پر خاص فضل و انعام ہے کہ اس نے ان کی تحقیقاتی و مطالعاتی دلچسپی کا خاص موضوع اپنے ان محبوب اور برگزیدہ بندوں کو بنا دیا ہے جو اس کے آخری رسول سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث و نائبین اور اللہ کی لائی ہوئی تعلیم و ہدایت کے محافظ و امین ہیں اور جن کی زندگیوں میں امتِ محمدیہ کی رہنمائی کا پورا سامان ہے۔

اس سلسلہ کے مولانا کے مقالات یا تراجم قریباً ۲۰ سال سے تو مسلسل ہی الفرقان میں شائع ہوتے رہے ہیں (جن میں سے متعدد کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں اور یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے)

ناظرین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ ادھر کئی سال سے مولانا کی بینائی بالکل ختم ہو گئی ہے، لکھنا تو درکنار وہ ایک سطر خود پڑھ بھی نہیں سکتے ـــــ لیکن اس کے باوجود مطالعہ اور تحریر و تصنیف کا کام جاری ہے ـــــ دوسروں سے پڑھوا کر سُنتے ہیں، یہ ان کا مطالعہ ہے۔ اور خود بول کر دوسروں کے قلم سے لکھواتے ہیں، یہ ان کی تحریر و تصنیف ہے۔ ہم جیسوں کیلئے بڑا سبق آموز ہے اُن کا یہ حال ـــــ

اس کا اظہار بھی یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۂ سلوک و طریقت میں انھوں نے پہلے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کی تھی اور حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہیؒ کی صحبتوں سے بھی استفادہ حاصل کیا تھا۔ بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم سے بیعت کی تجدید کی، اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے انکو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ اس راہ سے بھی اپنے بندوں کو ان سے نفع پہونچائے۔

یہ مولانا کے اس وقت تک کے حالات ہیں جو راقم سطور کے علم میں ہیں، مستقبل کا حال تو عالم الغیب ہی کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے ظاہری و باطنی شرور و فتن سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور خاتمہ بالخیر مقدر فرمائے۔

محمد منظور نعمانی
۳۰ اپریل سنہ ۱۹۷۸ء

حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلویؒ کی کتابِ زندگی کے چند ورق

صاحبزادگانِ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کا تذکرہ[عہ] لکھتے وقت ارادہ تھا کہ آئندہ آپ کے خلفاء کے حالات مرتب کروں گا ـــــــ مگر بعد کو خیال آیا کہ اس سے پہلے حضرت خواجہؒ کا ذکرِ خیر ہونا چاہیے اس سلسلے میں مولانا محمد ہاشم کشمی صاحب زبدۃ المقامات[لہ] اور صاحب اسراریہ نے میری خاص طور سے امداد کی ـــــــ اگرچہ خواجہ باقی باللہؒ کے سوانح حیات، حیاتِ باقی وغیرہ کتابوں میں اردو زبان کے اندر شائع ہو چکے ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ خاص ترتیب کے ساتھ مستند ترین حوالہ جات سے حالات خواجہ پیش کر کے سعادت دارین حاصل کروں۔ اس مادی دور میں جب کہ تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کی اہمیت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے۔ تعلق باللہ میں کمزوری آ رہی ہے۔ بالقصد ان ذرائع اور وسائل کو ختم کرنے کی مسلسل کوشش جاری ہے جن سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یہ تذکرہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے، یہ پہلے لکھا گیا تھا اور الفرقان میں پہلے ہی شائع ہوا تھا۔ ناشر

لہ یہ کتاب حضرت خواجہ باقی باللہ کی وفات سے تقریباً ۲۰ سال بعد لکھی گئی حضرت خواجہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات میں مستند ترین کتاب ہے اس کا اصل نام "برکات الاحمدیہ الباقیہ" ہے۔ (فریدی)

اور ان کے لائے ہوئے دین سے شیفتگی و فریفتگی اندرون قلب میں پیدا ہوتی تھی بزرگوں کے کارنامے کھلا کر اپنے ناقص سکّے دلوں پر جمائے جا رہے ہیں ــــ نقوشِ انسانیت مٹ رہے ہیں ــــ بار بار ایسے واقعات پارینہ دہرانے ضروری ہیں جن سے معلوم ہو کہ اس گلشنِ عالم میں ایک ایک عندلیب شیدا کے بہار خیز ترانوں سے کس کس طرح روح بہار دوڑنے لگتی تھی اور ایک ایک مست الست کی رُوحانی شکمال سے کیسے کیسے زریں نقوش ڈھل کر نکلتے تھے ــــ دہلی مرحوم کی یاد میرے حساس دل سے مٹائی نہ جا سکے گی، اس سرزمین پر کیسے کیسے عظیم الشان رُوحانی شفاخانے اور علم و عمل کے کارخانے تھے، ہائے اب وہ سب زینتِ طاقِ نسیاں ہو رہے ہیں۔ اسکے چپے چپے پر جہاں اور بہت سے خزانے دفن ہیں وہاں ماوراء النہر کا ایک "گوہرِ شب چراغ" بھی تہ خاک پوشیدہ ہے ــــ اس کا نام باقی ہے ــــ اس کا کام باقی ہے ــــ اس کو خواجہ باقی باللہؒ دہلوی کہا جاتا ہے، اس نقشبندی درویش نے اپنی توجہ اور تربیت کے فیض سے حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسا روشن دل انسان تیار کیا جو بجا طور پر ہند میں "سرمایہ ملت" کا نگہبان تھا ــــ آؤ اس نقشبندی خواجہ کے کچھ حالات سنائیں۔

ابتدائی حالات

خواجہ محمد باقی ہے نام ــــ لقب خواجہ باقی باللہ ــــ والد بزرگوار کا نام مبارک قاضی عبد السلام ــــ خواجہ صاحب سنہ ۹۷۲ھ میں بمقام کابل پیدا ہوئے۔ مولانا صادق حلوائی سے تعلیم حاصل کی اور ان کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر آئے وہاں پر بھی تحصیل علم کا سلسلہ جاری رہا اور اپنے ہمسران میں امتیازی نام حاصل کیا ــــ اگرچہ علوم ظاہریہ کی تکمیل نہ ہو سکی لیکن فراست اور پیدائشی ذکاوت سے اس مقام تک پہونچ چکے تھے کہ کتب متداولہ مشکلہ کا مطالعہ کر کے ان کو سمجھ سکیں۔

علم باطن کی طرف توجہ

بعدہٗ علم باطن کی طرف توجہ ہوئی۔ آپ یوں تو اویسی المشرب

تھے، یعنی آپ کی تربیت باطنی حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانیت سے ہوئی تھی، لیکن ظاہر میں بھی کسی شیخ کامل کی تلاش تھی ــــ ابتداءً ماوراء النہر ہی میں جو درویشوں کا مخزن و معدن بنا ہوا تھا بہت سے مشائخ کے ہاتھ پر توبہ کی اسکے بعد ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں آپ کے بعض دوستوں نے جو اعلیٰ مناصب پر تھے آپ کو مجبور کیا کہ آپ فوج میں ملازمت کرلیں لیکن قدرت کو آپ سے سرزمین ہند میں ایک بڑا کام لینا تھا اس لیے دنیاوی وجاہت کی طرف توجہ نہ کرتے ہوئے آپنے صاف انکار فرمادیا۔ اس عرصہ میں اصحاب معرفت اور ارباب محبت کی کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا ــــ ان کتابوں کے مطالعہ نے ایک نئی روح آپ کے اندر پھونک دی اور آپ ہمہ تن فقر و درویشی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

جستجوئے مشائخ

ہندوستان آکر بھی آپنے مشائخ کی جستجو برابر جاری رکھی ــــ بلکہ لاہور میں برسات کے موسم میں وہاں کے قبرستانوں، بیابانوں اور کھنڈروں میں اسی کی تلاش تھی کہ کوئی درویش باصفا مل جائے ــــ بعض مجذوبوں سے بھی ملاقات کی۔ اور اس سلسلہ جستجو میں بڑی دشواریاں برداشت کیں ــــ حضرت خواجہؒ نے خود فرمایا ہے کہ اگرچہ میں نے ریاضات شاقہ نہیں جھیلیں لیکن "انتظار شدید" اور "قلق عظیم" کی لذتیں خوب چکھی ہیں جو کہ سخت سے سخت ریاضت و مشقت کو متضمن تھیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں ــــ "اگرچہ ما ریاضت شاقہ چنانکہ بعضے اہل اللہ کشیدہ نکشیدہ ایم لیکن انتظارہا و قلقہائے عظیم دیدہ ایم کہ ریاضتہائے دشختہائے فگرف را متضمن بود۔"

والدۂ ماجدہ کی دعائیں

حضرت خواجہؒ کی والدۂ ماجدہ ایک خدا رسیدہ خاتون تھیں خود فرماتے ہیں کہ اُن کی دعاؤں اور مناجاتوں کی برکت سے بھی دولت باطنی سے ہم آغوشی نصیب ہوئی ہے، اپنے جوان بیٹے کو اس طرح سراسیمہ اور پریشان اور تلاش مطلوب میں دن رات سرگرداں دیکھ کر ان کی والدہ اکثر

کو اٹھ اٹھ کر دعا کرتی تھیں کہ اے اللہ میرے بچے کی مراد کو پورا کر دے جو تیری طلب میں سب سے آزاد اور لذت جوانی سے کنارہ کش ہو گیا ہے اور اگر اس کی مراد پوری نہیں کرنی تو مجھے زندہ نہ رکھ مجھ سے اس کی یہ ناکامی دبے آرامی نہیں دیکھی جاتی ـــــ خود فرماتے ہیں۔

"از آں دعا والتماس ایشان مرا کشائشہائے روزی گردید جزاہا اللہ عنہا خیر الجزاء"

متعدد مشائخ سے تحصیل فیض

حضرت خواجہؒ نے مشائخ کی ملاقات اور ان سے اخذ طریقت کرنے کے لیے بہت سے دُور دراز مقامات کا سفر اختیار کیا ہے ـــــ ایک مرتبہ ایک مقام پر ایک شیخ طریقت کے پاس پہونچے چاہا کہ ان سے اخذ طریقت کریں اور سلوک طے کریں، استخارہ فرمایا، حضرت خواجہ محمد پارساؒ ظاہر ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ تفصیل سے سلوک طے کرنے کا مقصد یہی تو ہے کہ تہذیب اخلاق حاصل ہو جائے اور تم کو تہذیب اخلاق کی دولت نصیب ہے ہی پھر یہ تحصیل حاصل کیوں؟۔

خود حضرت خواجہؒ نے اپنے ابتدائے سلوک کے واقعات اس طرح لکھے ہیں ـــــ کہ ابتداءً میں نے معاصی سے توبہ خواجہ عبیدؒ کی خدمت میں کی خواجہ عبید مولانا لطف اللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ چونکہ توفیق استقامت یہاں نصیب نہ ہوئی اس لیے بار دگر حضرت افتخار شیخؒ کی خدمت میں توبہ کی یہ بزرگ سمرقند میں مقیم تھے۔ اور حضرت خواجہ احمد یسویؒ کے سلسلے میں تھے۔ باصرار خواجہ انھوں نے توبہ کرائی اور فرمایا ـــــ "خدا استقامت دہد" ـــــ بعدۂ امیر عبداللہ بلخیؒ کی خدمت میں تجدید توبہ کی ـــــ فرماتے ہیں کہ ان سے معانقہ کرتے ہی وہ نعمت باطنی نصیب ہوئی جس کے برکات، امید ہے کہ تا قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔

کشمیر میں حضرت شیخ بابائی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں پہونچ کر اُن کی برکات نظر سے بھی مستفیض ہوئے ہیں، حضرت کشمیری سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے شیخ مجاز تھے، ان بزرگ کے انتقال کے بعد آپ کی نسبت نقشبندیہ میں قوت پیدا ہوئی ـــــ علاوہ ازیں بلخ و بدخشاں میں مختلف سلاسل کے درویشوں سے مستفیض ہوئے اور "احوال حاصلہ" کی تصحیح کی۔ مولانا میر عالی قدس سرہ کے پاس بھی پہونچے ہیں۔ اسی جستجو کے سلسلہ میں سمرقند بھی جانا ہوا۔ اس زمانہ میں ہی آپ کے حالات وکمالات کو دیکھ دیکھ کر طالبین آپ کی طرف پروانہ وار متوجہ ہو رہے تھے۔ لیکن آپ نے ابھی مسند مشیخیت پر بیٹھنا پسند نہیں فرمایا ـــــ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں ـــــ

"باوجود حصول ایں حالات وکمالات ورجوع طلاّب بایشانِ ایشان حضرت خواجہ ازمین ہمت عالی وتفرید والا برسم مشیخت وتسلیم طریقت نیامدند وبسیر ماوراءالنہر وبلخ وبدخشاں شدند۔"

حضرت مولانا امکنگی کی خدمت میں پہونچ کر دوبارہ ہندوستان آنا

آخر میں حقائق پناہ ارشاد دستگاہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں پہونچ گئے۔ اور اُن کی خدمت میں خواجگان نقشبندیہ کا طریقہ اخذ کیا، یہ بزرگ ماوراءالنہر میں مقیم تھے۔ جس وقت ماوراءالنہر کی جانب متوجہ تھے تو راستہ میں ایک شہر میں مولانا امکنگی کو خواب میں دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں "اے فرزند چشم ما برراہ شما است" (ہم تمھارے منتظر ہیں) حضرت خواجہؒ کے جذبات کا پھر کیا پوچھنا اپنے اِس شعر کو اُس وقت زبان پر جاری فرمایا ؎

می گذشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سرراہم بگرفت

حضرت مولاناؒ کی نسبت بیعت دو واسطوں سے خواجہ احرارؒ تک پہونچتی ہے ــــ جب حضرت مولانا امکنگیؒ کی خدمت میں پہونچے انھوں نے حضرت خواجہ کے "احوال بلند" کا مشاہدہ کیا تین شبانہ روز تخلیہ میں ان کی طرف خاص توجہ فرمائی اور بعض فوائد کی اطلاع دے کر فرمایا کہ تمھارا کام اللہ تعالیٰ کی عنایت اور بزرگوں کی شفقت سے انجام پذیر ہو گیا۔ اب تم کو چاہیے کہ اس سلسلۂ علیہ کی اشاعت کے لیے ہندوستان جاؤ تاکہ وہاں یہ سلسلہ رونق پائے اور تمھاری برکت تربیت سے "مستفید ان عالی مقدار" بروئے کار آئیں ــــ حضرت خواجہؒ نے از راہ انکساری ہر چند معذرت پیش کی لیکن حضرت مولاناؒ کا برابر یہی اصرار رہا ــــ حضرت مولانا امکنگیؒ کے اقرباء میں سے ایک درویش کا بیان ہے کہ جب حضرت مولانا کے قدیم الخدمت اور صاحب نسبت مریدوں نے یہ سنا کہ حضرت مولانا نے چند روز میں حضرت خواجہؒ کو خلافت و اجازت کاملہ دے کر کشور ہندوستان کو رخصت فرمایا ہے تو وہ لوگ کچھ ملول ہوئے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے جب حضرت مولاناؒ کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا کہ ــــ تمھیں خبر نہیں ہے، یہ شخص اپنا کام پورا کر کے یہاں آیا تھا میرے پاس تو اس شخص نے فقط تصحیح احوال کی ہو اور بس.

یقیناً جو اس طرح کا کمال رکھتا ہو گا وہ اسی طرح جلد کامیاب ہو کر واپس ہو گا۔

فارسی الفاظ یہ ہیں ــــ "لاجرم ہر کہ چناں آید چنیں رود۔"

پس حضرت خواجہؒ اپنے پیر کے حکم کے مطابق متوجہ ہندوستان ہو گئے۔ اس وقت زمانہ بزبان حال حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر ترنم کے ساتھ پڑھ رہا تھا ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند

زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

جب ہندوستان پہونچے تو ایک سال لاہور میں رہے وہاں کے بہت سے علماء و فضلاء آپ کے شیفتہ و فریفتہ ہوئے، لیکن چونکہ دہلی ا مرکزی حیثیت سے دارالاولیاء

اور بیت الفقراء بنی ہوئی تھی اس لیے آپ نے وہاں کا قصد فرمایا اور وہاں پر قلعہ فیروزی میں جو کہ دریائے جمنا کے کنارے بہ منزلہ واقع تھا کہ اور اس میں ایک عظیم الشان مسجد بھی تھی ــــ سکونت فرمائی ــــ انتقال کے وقت تک اس جگہ سے دوسری جگہ تشریف نہیں لے گئے۔

خواجہ اللہ بخش گڈھ مکتیسری[1] سے ملاقات

اگرچہ تلاش مشائخ و ملاقات مشائخ کا عنوان گزر چکا ہے اور یہ بات اسی کے ذیل میں آسکتی تھی لیکن میں نے چاہا کہ خواجہ اللہ بخش گڈھ مکتیسری کی ملاقات کا تذکرہ مستقل عنوان سے کروں۔

پہلی مرتبہ حضرت خواجہؒ نے تلاش مشائخ کے سلسلہ میں ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ فرمایا تھا ان میں لاہور و کشمیر کا ذکر تو تذکروں میں نمایاں طور پر ملتا ہے لیکن وہ لاہور و کشمیر کے علاوہ کہاں کہاں تشریف لے گئے ــــ اس کو آج کون بتلائے؟ آئیے اب ہم حضرت خواجہ گڈھ مکتیسری کی ملاقات کا ذکر کریں ــــ مولانا کشمیؒ زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں ــــ "در بدایت طلب کہ حضرت خواجہؒ بخدمت مشائخ تردد می فرمودند در قریۂ از قرائے سنبھل کہ از بلاد تابعہ دہلی است بصحبت شیخ اللہ بخش نیز رسیدہ بودہ اند" صاحب اسراریہ نبیرگان حضرت شیخ اللہ بخش گڈھ مکتیسریؒ کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

---

[1] خواجہ اللہ بخش گڈھ مکتیسریؒ شیخ مبارکؒ مرید شیخ علی تمام شطاری کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۹ رمضان ۹۰۴ھ کو انتقال ہوا۔ سورۂ اخلاص کے اعداد سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی پہلے سلسلہ عشقیہ شطاریہ میں حضرت گڈھ مکتیسری کے مرید و خلیفہ تھے بعدہٗ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت حاصل کی۔ مزار گڈھ مکتیسر ضلع میرٹھ میں ہے۔

(زبدۃ المقامات، اسراریہ قلمی، مونس الذاکرین، مشائخ جونپور)

منقول است کہ شیخ اللہ بخشؒ از کاملان بودہ است صاحب آیات ظاہرہ و کرامات باہرہ خواجۂ بزرگ در وقت آمدن بہ سنبھل شیخ را دیدہ اند چنانچہ در ذکر شیخ رفیع الدین گذشت (اسراریہ)

شیخ اللہ بخش گڈھ مکتیشری کاملین میں سے تھے اور صاحب کرامات بزرگ تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ نے سنبھل تشریف لاکر شیخ اللہ بخشؒ کو دیکھا ہو جیسا کہ شیخ رفیع الدین کے تذکرے میں گزر چکا۔

اب ایک چیز باقی رہ جاتی ہے کہ صاحب زبدۃ المقامات نے در قریۂ از قرائے سنبھل سے کیا مطلب لیا ہے۔

جن حضرات نے سنبھل کو دیکھا ہے ان کو معلوم ہے کہ قریب قریب ہر بڑا محلہ ایک مستقل بستی کی حیثیت رکھتا ہے اور محلہ جات کے درمیان کھیتوں کا فصل ہے، اسی بنا پر اگر اُس کے کسی محلہ کو قریہ کہہ دیا گیا ہو تو کچھ بعید نہیں ——— علاوہ ازیں اسراریہ سے شیخ اللہ بخش کا بدایت حال میں سنبھل کے ایک محلہ کی مسجد میں رہنا معلوم ہوتا ہے مگر بعد کو برادرم حکیم سید حسن مثنیٰ رضوی مرحوم نے یہ حقیقت واضح کی کہ اس زمانہ میں سنبھل ایک سرکار تھی جس کا رقبہ بہت وسیع تھا گڈھ مکتیشر بجنور، نگینہ، امروہہ وغیرہ سب اس میں شامل تھے اس لیے قریۂ از قرائے سنبھل سے مراد گڈھ مکتیشر ہی ہے۔ اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت بھی نہیں ہو گی۔

حضرت خواجہؒ کو خواجہ اللہ بخشؒ کے پاس جانے کی شیخ تاج الدین سنبھلیؒ نے ترغیب دی تھی وہ پہلے حضرت گڈھ مکتیشری کے ہی مرید تھے ——— چنانچہ زبدۃ المقامات میں ہے ——— "شیخ تاجؒ دلالت بارادت و صحبت شیخ خود کردہ بود۔" اگرچہ حضرت خواجہؒ نے خواجہ اللہ بخشؒ کے سلسلۂ طریقت سے اپنا کوئی تعلق پیدا نہیں کیا مگر ان کے معتقد ضرور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت کی بعض تحریرات سے آشکار ہوتا ہے۔ زبدۃ المقامات میں ہے۔

"حضرت خواجہ ما دراں باب استخارہ نمودہ بودہ اند و از اکابر خواجگان نقشبندیہ روح اللہ روحہم رخصت آں انتساب نیافتہ از انجا عنان سیر بصوب دیگر منصرف داشتہ اند اما شیوۂ فقر و نیستی و حال شیخ اللہ بخش را معتقد می بودہ

اند چنانچہ از بعضے مرقومات ایشان پیدا است۔"

صاحب اسرار یہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت خواجہؒ نے حضرت شیخ اللہ بخشؒ کی بہت تعریف فرمائی ہے اور ان کے جذبے کو سراہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ

"چوں شیخ در ہندوستان کسے ندیدہ ام"

حضرت خواجہ کے ہندوستان کو دوبارہ مراجعت فرمانے کے بعد حضرت شیخ گڈھ مکٹیسری کا وصال ہو چکا تھا جیسا کہ زبدۃ المقامات میں ہے۔

"چوں حضرت خواجہؒ از سفر میامن اثر ما وراء النہر بہند مراجعت نمودہ بارشاد طلاب توجہ فرمودہ اند شیخ اللہ بخشؒ سفر آخرت اختیار کردہ بودہ است۔"

حضرت خواجہ کے اخلاق و عادات

حضرت خواجہ اپنے احوال ہمیشہ پوشیدہ رکھتے تھے۔ اپنے آپ کو قصور وار سمجھنا اور خود ہی کو متہم قرار دینا ان کا شیوہ تھا ــــ گفتگو کم کرتے تھے ــــ کسی زائر کی دلجمعی یا سائل کے جواب میں بقدر ضرورت تکلم فرمایا کرتے تھے ــــ البتہ اگر تصوف کے کسی اہم مسئلہ پر کوئی استفسار کرتا تو سیر حاصل روشنی ڈالتے اور اس مسئلہ کے تمام گوشوں اور پہلوؤں کو واضح کر کے طالب کی تشفی و تسلی کر دیتے تھے ــــ اور یہ بات اس مصلحت کی بنا پر تھی کہ کہیں عدم وضاحت کی وجہ سے کوئی غلط سمجھ کر کج روی اختیار نہ کر لے ــــ باوجود سراپا غم ہونے کے ملاقات کے لیے آنے والوں سے کمال بشاشت اور خندہ روی سے ملاقات کرتے تھے ــــ حاجات مباحہ پورا کرنے کی حتی الامکان سعی فرماتے تھے ــــ سادات و علماء کی تعظیم میں مبالغہ فرماتے تھے ــــ جزوی و کلی معاملات میں فقہاء کی جانب رجوع کرتے تھے ــــ جب کوئی طالب آستانہ حضرت پر حاضر ہو کر درخواست بیعت کرتا تو غایت انکساری کی وجہ سے اپنے کو اس کار عظیم (بیعت) سے دور ظاہر کر کے عذر فرما دیتے تھے لیکن اگر آنے والا صادق ہوتا تھا تو وہ حضرت خواجہؒ کے منکسرانہ عذر سے

واپس ہونے کے بجائے آستانۂ فیض پر ہی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا تھا اور زبان حال سے یہ کہتا تھا

کرادماغ کہ از کوئے یار برخیزد
نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

جب حضرت خواجہؒ طالب کی پختگی ملاحظہ فرماتے تو اپنی آغوش عنایت و تربیت میں اس کو لے لیتے تھے ایک خراسانی جوان مدتوں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کی آرامگاہ کے قریب مجاورانہ زندگی اس غرض سے گذارتا رہا کہ روحانیت حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے طفیل میں کوئی ایسا مرشد کامل ملے جو بقید حیات ہو۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دہلی پہونچنے کے بعد اس جوان کو خواب میں بتلایا گیا کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ شہر دہلی میں پہونچ چکے ہیں ان کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلے ———— حسب الامر وہ جوان حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پہونچا اور خواب کا واقعہ عرض کرکے غلامی میں آنے کی درخواست پیش کی —— حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ کوئی اور بزرگ ہوں گے فقیر اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتا —— یہ سن کر وہ جوان واپس آگیا اس جوان سے پھر خواب میں کہا گیا کہ تیرا مطلوب تو وہی بزرگ تھے جن کی خدمت میں تو گیا تھا۔ انھوں نے انکسار و تواضع کی وجہ سے تجھ کو ٹال دیا ہے —— دوسرے دن وہ جوان اسی پختگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا کہ پھر نہیں ٹلا —— بالآخر قبول کرلیا گیا —— حضرت والا بسا اوقات غایت انکسار کی بنا پر بعض صادق العقیدہ صحبت یافتہ طالبین سے بھی فرمادیا کرتے تھے کہ یہ ناکارہ ایسا نہیں ہے جیسا تم نے گمان کرلیا ہے کسی دوسری جگہ جاؤ اگر کوئی رہبر کامل مل جائے تو اس حقیر کو بھی اطلاع کردینا تاکہ میں بھی اس کی خدمت میں پہونچ کر اپنے زخم دل کا مرہم حاصل کروں۔

مولانا کشمی کہتے ہیں کہ خواجہ حسام الدین احمدؒ کی زبانی میں نے سنا کہ مجھ سے بھی حضرتؒ

نے شروع شروع میں اسی طرح فرمایا ـ ان کے انتہائی لجاجت سے انکار کر دینے کے بعد میں نے بھی یہ خلاف ادب سمجھا کہ زیادہ کہوں اور ٹھہرا رہوں ـــــ میں آگرہ چلا گیا ـــــ میں وہاں پہونچ کر حیران تھا کہ کیا علاج کروں ـ اپنے دل میں کہتا تھا کہ آستان خواجہؒ پر جاکر دوبارہ عرض کروں اور کہوں کہ میں نے حکم عالی کی تعمیل کرلی لیکن مجھے کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ملا جو زخم دل کا مرہم پیش کرتا ہو اسی زمانے میں ایک راستے سے گذر رہا تھا کہ شیخ سعدی شیرازیؒ کا یہ شعر کان میں پڑا کہ ترنم سے پڑھا جا رہا تھا ـ

تو خواہی آستیں افشاں وخواہی دامن اندر کش

مگس ہرگز نہ خواہد رفت از دکان حلوائی

اس شعر کا سننا تھا کہ آتش شوق پھر بھڑک اٹھی فوراً دہلی پہونچا اور تمام معاملہ عرض کیا ـــــــــ

لاہور میں ایک درویش نے خواب دیکھا کہ ایک ابلق سوار بزرگ کا جلوس نکل رہا ہے اور مخلوق کثرت سے ان کے پیچھے پیچھے ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ بزرگ قطب وقت ہیں وہ درویش یہ خواب دیکھنے کے بعد حاضر بارگاہ ہوا ـــــ اور درخواست پیش کی ـــــ وہی عذر پیش فرمایا کہ بھائی میں اس قابل کہاں ـــــ وہ بیچارہ مسجد میں آکر خوب رویا اور درویشوں کے مجمع میں دردمندانہ لہجہ میں کہا کہ یہ کیا ناروا ادا ہے کہ پہلے تو میرے دل کو اچک لیا ـــــ اور جب میں خانہ برباد ہوکر "دربار" پر حاضر ہوا تو یہ عذر پیش کیا جا رہا ہے اور اپنی بزم سے ہٹایا جا رہا ہے اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں ـ

کچھ اس انداز سے درویش نے اپنا ماجرا بیان کیا کہ حاضرین پر جوش گریہ طاری ہو گیا ـــــ جب درویشوں کی آواز گریہ سے ایک شور وغوغا پیدا ہوا ، اور حضرت خواجہؒ کے کانوں تک یہ صدا پہونچی تو دریافت فرمایا کہ یہ شور کیسا ہے ؟ عرض کیا گیا آپ ہی اس کا سبب ہیں ـ

کز لب شیریں تو شوریست در ہر خانۂ

حضرتؒ نے یہ سُن کر تبسم فرمایا اور اس درویش کو بلا کر تلقین ذکر کی

دل کچھ اس صورت سے تڑپا ان کو پیار آہی گیا

تا نگرید طفل کے جوشد لبن   تا نگرید ابر کے خندد چمن

شفقت و ترحم

حضرت خواجہ کے ترحم کا ذکر کرتے ہوئے صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں :-

(۱) جس زمانے میں لاہور میں قحط کا دور دورہ تھا حضرت خواجہ اس وقت لاہور میں مقیم تھے مخلوق کی بھوک اور انکے فاقوں سے متاثر ہو کر حضرت خواجہؒ نے چند روز کھانا نہیں تناول فرمایا۔ ان ایام میں جس وقت حضرتؒ کے سامنے کھانا حاضر کیا جاتا تو فرماتے ـــــــ "یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ لوگ بھوک کی سختی سے گلی کوچوں میں تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہوں اور میں کھانا کھاؤں" ـــــــ بالآخر تمام کھانا بھوکوں کو بھجوا دیتے ـــــــ اور خود بھوک اور فاقے میں بسر کرتے تھے۔

(۲) جب لاہور سے دہلی تشریف لے گئے ہیں اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ابھی ایک میل طے نہیں کیا کہ کوئی عاجز و ضعیف نظر پڑ گیا کہ وہ بیچارہ پیدل چل رہا ہے ایک دم اپنے گھوڑے سے اتر پڑے ہیں اور اس کو سوار کر کے منزل تک پہونچایا ہے اور خود پیدل چلے ہیں کپڑا اپنے سر پر ڈال لیتے تھے کہ کہیں کوئی جان پہچان کا آدمی اس "عمل خیر" پر مطلع نہ ہو جائے ـــــــ جب منزل کے قریب پہونچتے تو پھر اپنی سواری پر سوار ہو جاتے کہ وہاں پر کوئی آدمی اس عمل پر آگاہ نہ ہو جائے۔

(۳) آپ کی شفقت انسانوں سے گذر کر حیوانات تک پہنچی ـــــــ لکھتے ہیں کہ ایک رات آپ تہجد کے لیے اٹھے ـــــــ سردی کا زمانہ تھا ـــــــ ایک بلی آپ کے لحاف میں آکر سو گئی۔ تہجد سے نمٹ کر پلنگ پر دیکھا کہ بلی آرام کر رہی ہے۔ سخت جاڑے کے موسم

میں آپ نے صبح تک سردی برداشت کی اور ملّی کے جگانے پر آپ کی طبیعت راضی نہ ہوئی۔

تحمل و بردباری

مولانا کشمیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت کی بردباری کے جو واقعات ان کے متوسلین سے سنے ہیں اگر ان سب کو لکھنا چاہوں تو دفتر و میں بھی نہ سما سکیں بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ دو واقعات لکھے ہیں۔

(۱) ایک جوان جو حضرت خواجہ کا ہمسایہ تھا ہمیشہ فسق و فجور اور منکرات کا ارتکاب کرتا رہتا تھا اور طرح طرح کی شرارتیں اُس سے ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت والا اس کی ان حرکات ناشائستہ کا تحمل فرماتے تھے ——— ایک روز خواجہ حسام الدینؒ کے اشارے پر کوتوال شہر نے اس بدمعاش کو گرفتار کر کے جیل خانہ بھیجدیا ——— جب یہ خبر حضرتؒ نے سنی تو خواجہ حسام الدینؒ کو بلا کر اس "کارگزاری" پر ناراضگی کا اظہار فرمایا خواجہ حسام الدینؒ نے عرض کیا ——— حضرت، وہ تو بڑا فاسق و شریر شخص ہے اس کی شرارت متعدی و متجاوز ہو چکی تھی ——— یہ سن کر حضرت خواجہؒ نے ایک آہ سرد اپنے دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا ——— ہاں بھائی ——— جب تم اپنے کو صالح، باصفا اور اہل خیر پاتے ہو تب ہی تو تم کو وہ شخص فاسق و شریر نظر آیا ہم تو اپنے آپ کو کسی طرح بھی اس سے ممتاز و بالاتر نہیں پاتے۔ ہم کیسے اس کے نقصان کے درپئے ہوں ——— یہ فرما کر اس شخص کو کوشش کر کے جیل خانے سے آزاد کرا دیا بالآخر وہ شخص آپ کی شفقت سے متاثر ہو کر ایک صالح و نیکوکار انسان ہو گیا ———

انکسار اور "دید قصور احوال" کا اس درجے آپ پر غلبہ تھا کہ اگر کسی طالب سے کوئی قصور سرزد ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ بھائی یہ ہماری ہی "بدصفتی" کے اثرات ہیں جب کہ ہمارے اندر "بدی" تھی تو اس کے اندر بھی بدی کا عکس پڑ گیا بالفاظ دیگر قصور اس کا نہیں ہے ہمارا ہی قصور ہے۔

چونکہ از راہ انکسار اپنے آپ کو عوام الناس سے ممتاز نہیں سمجھتے تھے اس لیے

امر بالمعروف میں بھی سختی نہیں تھی ۔ نرمی ، ملائمت ، کنایہ تمثیل کے ساتھ امر بالمعروف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بات مخاطب کے دلنشیں ہو جاتی تھی ۔

کسی کی غیبت اور کسی پر تنقید آپ کی مجلس مبارک میں نہیں کی جا سکتی تھی اگر کسی مسلمان کی تذلیل و توہین کا ارادہ بھی آپ کی موجودگی میں کسی کے دل میں گزرتا تھا تو آپ فوراً اس مسلمان کی تعریف و توصیف بیان فرمانا شروع کر دیتے تھے ۔

حضرت خواجہ کی بردباری کا دوسرا عجیب واقعہ

(۲) مولانا کشمیؒ لکھتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ۔ میں نے سنا کہ دو درویش آپس میں گفتگو کر رہے ہیں ان میں سے ایک درویش نے کہا کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایک عجیب و غریب متحمل مزاج انسان کو دیکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس جیسا شاید کوئی دوسرا بے نفس و بردبار انسان اس زمانے میں نہ ہوگا ۔ اس کے بعد اس نے حضرت خواجہ کا نام مبارک لیا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ میں قطب صاحب میں تھا وہاں اطلاع پہونچی کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ تشریف لا رہے ہیں ۔ یہ سن کر درگاہ کے خادموں نے مزار کے قریب ایک جگہ پر ایک تخت بچھایا اور اس پر فرش کر کے تکیہ رکھدیا ـــــ حضرت خواجہؒ کی آمد آمد کی خبر سن کر یہ سب اعزاز و اکرام کے انتظامات ہو ہی رہے تھے کہ ایک " ملنگ " کا ادھر سے گذر ہوا اس نے جب تخت و فرش بچھا دیکھا تو بے باکی سے سوال کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کس کے استقبال کی تیاریاں ہیں ؟ خادموں نے کہا کہ فلاں بزرگ کی آمد کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے ۔ وہ ملنگ یہ سنتے ہی غصہ میں بھر گیا ـــــ اور حضرت خواجہؒ کے حق میں نازیبا کلمات بکنے لگا وہ بیہودہ گوئی کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت خواجہؒ تشریف لے آئے ـــــ اب تو وہ ملنگ اور زیادہ آپے سے باہر ہو گیا اور بے باکی و ہرزہ گوئی پر اتر آیا ـــ حضرت خواجہؒ کے روبرو ہو کر گستاخی کرنے لگا ۔ حضرت خواجہ سے مخاطب ہو کر اس نے کہا کہ اے شخص تو اس لائق ہے کہ تیرے واسطے اس جگہ فرش فروش بچھائے

جائیں ــــ حضرت خواجہؒ کے متوسلین کا ایک کثیر مجمع ہمراہ تھا ان حضرات کو اس کی گستاخی ناگوار گذری ــــــــــ انھوں نے چاہا کہ اس ملنگ کا مزاج درست کر دیا جائے اور اس کو احاطۂ درگاہ سے نکال باہر کریں لیکن حضرت خواجہؒ نے فوراً حالات کا جائزہ لے کر مجمع پر قابو پالیا اور اپنے حضرات کو "نگاہ خشم آلود" سے دیکھا اور اس ارادہ سے باز رکھا ــــــــــ اور خود اس "گستاخ" کے پاس آکر نرمی کے ساتھ عذر خواہی کی اور فرمایا ــــ بھائی تم اچھے آدمی ہو اور میں تو واقعی اس قابل نہیں ہوں ــــ مگر میں کیا کروں یہ سب انتظامات میرے علم کے بغیر ہوتے ہیں مجھے بالکل خبر نہیں تھی ــــ مجھے معاف کرو ۔ اور میری وجہ سے خوامخواہ اپنے "مغز" کو خالی نہ کرو ــــ یہ فرماتے جاتے تھے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھتے جاتے تھے اور اس کی دلجمعی فرما رہے تھے پھر طرہ یہ کہ چند درہم قرض لے اور اس بے باک وگستاخ کو عنایت فرمائے ــــــــــ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس وقت کوئی تغیر حضرت خواجہؒ کے حال وگفتار میں نہیں پایا ــــ اس وقت مجھے علم ہوا کہ ایسے نفوس قدسیہ بھی اس عالم میں موجود ہیں ـ

بعض مخلص امراء حضرتؒ کی خدمت میں رقم بھیجدیتے تھے کہ اپنی صوابدید کی مطابق فقراء میں تقسیم فرمادیں، حضرت والا باوجود ایسے امور سے علاحدہ رہنے کے محض شفقت علی خلق اللہ کے پیش نظر بہ نفس نفیس یہ رقم تقسیم فرماتے تھے اپنے پاس سے بھی کچھ رقم اس میں ملاکر عنایت فرماتے تھے ـ

بعض محتاج ازراہ گستاخی وبے باکی زبان طعن دراز کرتے تھے ــــــــ آپ کے اصحاب چاہتے تھے کہ ان کو زبان درازی اور اعتراض سے روکیں لیکن حضرت کچھ اس انداز سے راہ انکسار اختیار فرماتے تھے کہ مجبوراً آپ کے مخلص خادموں کا غصہ فرو ہوجاتا تھا اور اس کے بجائے ان میں نرمی وملائمت پیدا ہوجاتی تھی ــــــــ اپنے متوسلین کو قولاً وفعلاً اس بات کی تاکید فرماتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھیں اور تحمل وبردباری اختیار کریں

اگر کسی خادم سے اس کے خلاف کوئی امر سرزد ہوتا تھا تو اس پر عتاب فرماتے تھے۔ جیساکہ شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے نام ایک مکتوب گرامی سے جو بردباری کی تاکید میں ہے۔ واضح ہوتا ہے۔

زہد و استغناء آپ کا زہد و استغناء اس حد پر پہونچا ہوا تھا کہ آپ کی مجلس مبارک میں دنیا کا تذکرہ تک نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ کسی حاجت مند کی سفارش کے سلسلے میں ذکر دینا ضرور ہو جاتا تھا۔ اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ حاجت مند کی سفارش میں تامل نہیں فرماتے تھے مگر اپنے اور اپنے کسی مرید کے حق میں کوئی کوشش نہیں ہوتی تھی دوسروں کے لیے ہوتی تھی ـــــ "مریدان باصفا" کے لیے فقر و فاقہ اور قناعت کو پسند فرماتے تھے ـــــ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "جس مرید کو ہم سے مالی منفعت حاصل ہو وہ سمجھ لے کہ اس کے بارے میں ہماری "محبت دینی" کم ہے۔"

بعض سرمایہ دار جو ارادت مند تھے حضرتؒ سے التماس کرتے تھے کہ فقرائے آستانہ کے لیے وہ کچھ وظیفہ مقرر کر دیں ـــــ لیکن آپ اس جماعت کے لیے جن کی "نسبت معنوی" درست تھی یہ امر پسند نہ فرماتے تھے ـــــ ہاں ان سے کم درجہ کے مریدین کے لیے اس امداد کو درجۂ جواز میں رکھتے تھے۔

عبدالرحیم خانخاناں کی گرانقدر پیش کش سے انکار عبدالرحیم خانخاناں جو کہ درویشوں سے عموماً اور حضرت خواجہؒ سے خصوصیت کے ساتھ عقیدت رکھتا تھا اس نے جب یہ سنا کہ حضرت والا سفر حجاز کا عزم رکھتے ہیں تو ایک لاکھ روپیہ کی گراں قدر رقم آپ کی اور درویشوں کی زاد دراحلہ کے سلسلے میں پیش کی اور یہ عرض کیا کہ اس کو قبول فرما کر میرے اوپر احسان فرمائیں۔ آپ نے جب یہ سنا تو اپنا چہرہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے حج کو جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کا اتنا روپیہ بے دریغ برباد کر دیں ـــــ الغرض آپ نے وہ رقم قبول نہیں فرمائی

اور واپس کر دی۔

لباس، طعام، مکان لباس، طعام اور مسکن میں بے تقیدی اور بے تکلفی تھی۔ اگر کسی دن تک ایک غیر مرغوب کھانا آپ کے پاس آتا رہا تو یہ نہیں فرمایا کہ اس کھانے کے علاوہ کوئی دوسرا کھانا لایا جائے ___ بس جو کچھ حاضر ہوتا تناول فرما لیتے تھے۔ بدن شریف پر کپڑے میلے ہو جاتے تو یہ نہ فرماتے کہ اور کپڑے لائے جائیں انھیں کپڑوں میں گزار لیتے تھے ___ مکان و مسکن کا یہ عالم تھا کہ وہ تنگ و تاریک تھا اگر وہ شکستہ ہو جاتا تھا یا خاک و خاشاک سے اٹ جاتا تو اسکی تعمیر و تزئین کا کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے تھے۔

احتیاط و تقویٰ اکل حلال کا بڑا خیال تھا ___ حتیٰ کہ اس امر کی شدید تاکید تھی کہ پکانے والا باوضو ہو بلکہ ارباب "حضور و صفاء" میں سے ہو اور پکاتے وقت دنیاوی باتوں میں مشغول نہ رہے ___ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو لقمہ بے حضور و احتیاط کھایا جاتا ہے اس کے کھانے سے ایک ایسا دھواں پیدا ہوتا ہے جو "مجاری فیض" کو بند کر دیتا ہے۔ تمام مریدوں کو بھی اس امر کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ کھانے پینے میں احتیاط کا معاملہ کریں ___ جو لوگ اس بارے میں بے احتیاطی برتتے تھے وہ خود محسوس کر لیتے تھے کہ اس سے ان کے باطن کو کس قدر ضرر و نقصان حاصل ہو رہا ہے۔ آپ کی "نسبت" چونکہ لطیف تھی اس لیے آپ کی احتیاط بھی بڑھی ہوئی تھی ___ آئینے کو دیکھو کہ وہ غایت صفا کی وجہ سے "تابِ نفس" بھی نہیں رکھتا۔

صفائے باطنی آپ کے آئینۂ قلب کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ فوراً اس پر حاضرین کے جذبات کا عکس پڑ جایا کرتا تھا ___ اسی بناء پر آپ جماعت نماز میں اپنے قریب اپنے تربیت یافتہ اصحاب کو کھڑا کیا کرتے تھے ___ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بیگانہ آپ کے پاس کھڑا ہو جائے اور اسکی غفلت اور اسکے "خطرات" آپکے قلبِ مصفّا میں منعکس ہو جائیں ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک درویش کو لحاف کی حاجت تھی اس کے دل میں یہ آیا کہ میں لحاف مانگوں۔ وہ درویش نماز میں تھا کہ اس کا "خطرہ" آپ کے قلب پر ظاہر ہو گیا ___

بعد ادائے نماز فرمایا کہ "جس کسی کو لحاف کی حاجت ہو اس کو لحاف دیدیا جائے"

معمولات باوجود تسلیم ورضا۔ رنجگی اور ضعف بدن (جو برابر آپ کے شامل حال رہتا تھا) ہمیشہ باوضو رہتے تھے اور تکثیر طاعت کا شغف تھا ____

عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے قدرے مراقب ہو کر بیٹھتے۔ جب اعضاء پر ضعف کا غلبہ ہوتا اٹھتے اور تازہ وضو کرتے اور دوگانہ پڑھ کر پھر حجرہ میں داخل ہو جاتے ۔۔ پھر ضعف کا غلبہ ہوتا تو پھر تازہ وضو کرتے اور دوگانہ پڑھتے ____ بہت سی راتیں اسی طرح گزار دیتے تھے

تاثیر توجہ صاحب زبدة المقامات نے اس باب میں کئی واقعات نقل کئے ہیں۔ یہاں دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں ۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے رمضان کے مہینے میں ایک خادم کے ہاتھ رات کے وقت حضرت والا کی خدمت میں فالودہ بھیجا چونکہ وہ خادم سادہ لوح تھا دروازہ خاص پر جاکر زنجیر بجانے لگا ____ حضرت خواجہؒ نے کسی دوسرے کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا خود دروازہ پر تشریف لائے اور فالودہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور دریافت فرمایا تیرا نام کیا ہے اس نے عرض کیا مجھے بابا کہتے ہیں حضرت خواجہ نے فرمایا ''چوں خادم شیخ احمد ای بابائی'' جیسے ہی کہ وہ خادم واپس ہوا ہے "جذبہ سکر و نسبت" نے اس کو گھیر لیا افتاں وخیزاں اپنے کو حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہونچایا۔ حضرت مجددؒ نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے ؟ اس نے کہا کہ ہر طرف شجر و حجر میں اور زمین و آسمان میں ایک "نور بیرنگ" بے نہایت و بے نہایت دیکھ رہا ہوں ____ اور اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ یقیناً حضرت خواجہؒ اس کے مقابل واقع ہو گئے ہیں اور اس "آفتاب ہدایت" کی ادنیٰ جھلک اس "ذرۂ بے مقدار" پر پڑ گئی ہے اور یہ ذرہ چمک اٹھا ہے ۔ دوسرے دن حضرت مجددؒ نے اس خادم کو خدمت خواجہ میں پہونچایا حضرت خواجہ نے اس کو دیکھ کر تبسم فرمایا ____ یہ تبسم بھی کتنا معنی خیز

تھا ــــــــــــ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد مولانا کشمیؒ نے یہ کیف آور شعر درج کیا ہے۔

بروز حشر شہیداں چوں خوں بہا طلبند
تبسمے کن و خاموش کن زبان ہمہ

(۴) مولانا کشمی کے مرشد سابق میر محمد نعمانؒ نے بیان کیا ــــ کہ میری بچی کی ایک دایہ تھی میں نے بار بار اس سے کہا کہ حضرت خواجہؒ سے بیعت ہو جا وہ انکار کرتی تھی ــــ ایک روز میں نے اس کی گود میں اپنی بچی کو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں بھیجا حضرت خواجہؒ نے میری شیر خوارہ بچی کو گود میں لے کر اپنی بزرگانہ شفقتوں سے نوازا ــــ بچی نے حضرتؒ کی ریش مبارک پر ہاتھ چلایا اور ایک بال اس کے ہاتھ میں آگیا ــ حضرتؒ نے فرمایا "طفلک میر از ما یادگارے می گیرد" اتفاق سے انھیں ایام میں حضرتؒ نے انتقال فرمایا وہ موئے مبارک اب تک ہمارے پاس یادگار کے طور پر موجود ہے ــــ الغرض وہ دایہ گھر کو واپس آئی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس دایہ پر "آثار رفتگی" نمایاں ہوگئے اور بیہوش ہو کر گر پڑی بڑی دیر میں ہوش آیا۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا ساعت بساعت میرے سامنے حضرت خواجہؒ صورت عجیبہ کے ساتھ نمودار ہوتے تھے ــ اور میں اپنے دل کو اللہ اللہ کرنے والا پاتی ہوں ــــ میر محمد نعمانؒ کہتے تھے میں نے حضرت خواجہ سے یہ واقعہ نقل کیا تبسم فرمائے گئے اور اس کو تعلیم ذکر فرمائی ــــ مولانا کشمیؒ لکھتے ہیں کہ وہ عورت آجکل فیروز آباد دہلی میں رہتی ہے اور صاحب احوال مستورات میں سے ہے اور وہ بچی جس نے موئے مبارک اپنی چٹکی میں لے لیا تھا۔ مولانا کشمی کہتے ہیں اب جوان ہو کر "درخانۂ راقم است" (میری زوجیت میں ہے) نظر خواجہؒ کی برکت سے صاحب "عفت دستور" ہے ــــ اور ان کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے "نسار ذاکرات" کی سر حلقگی کے لئے مامور و منتخب فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ کی تعلیم کی خصوصیت

ازراہ شفقت و کرم گستری حضرت خواجہؒ کا دستور تھا کہ جس کسی کو ذکر کی تلقین فرماتے اثناء تعلیم میں ہی اپنی ہمت و توجہ کو اس کے شامل حال رکھتے تھے اور اسی لمحہ میں طالب کی زبانِ دل گویا ہو جاتی تھی اور "حضور و جذبہ" کا اس کو حصول ہو جاتا تھا۔

حضرتؒ کی یہ عنایت تعمیم کے ساتھ تھی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں مولانا کشمیؒ سے ارشاد فرمایا کہ ـــــ "اثناء تعلیم ہی میں دل کا گویا ہو جانا اور شروع ہی سے جذبہ کا حصول یہ ہمارے حضرت خواجہؒ کی خصوصیات میں سے ہے۔" مولانا کشمیؒ نے حضرت مجددؒ سے دریافت کیا کہ کیا سابقا اکابر نقشبندیہ کے معمول میں ذکر تھی؟ ـــــ فرمایا ـــــ تھی ـــــ لیکن ابتداء ہی میں اس عمومیت کے ساتھ نہ تھی ـــــ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہؒ سے اس "تعمیم" کا راز دریافت کیا تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ پہلے زمانے کے مقابلہ میں اس زمانے میں اہل ارادت کی ہمتوں میں چوں کہ کمزوری اور ضعف ہے اور اس دور کے طالبین کا حوصلہ تعلیل کا راستہ چاہتا ہے اس لیے فرط شفقت نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ بے مجاہدہ اور بغیر سعی بسیار کے مقصود تک پہونچا دیا جائے۔ جب حضرت مجددؒ اپنے پیر و مرشد کی یہ خصوصیت بیان فرما چکے تو ایک آہ سرد کھینچی اور مرشد کے حق میں یہ دعا زبان مبارک پر جاری فرمائی ـــــ جزاہ اللہ عن الطالبین خیر الجزاء۔

رعب اور تاثیر عمومی

آپ کو دیکھتے ہی ایک خاص رعب ہر کس و ناکس پر طاری ہو جاتا جو جس جگہ ہوتا آپ کو دیکھ کر نقش دیوار بن جاتا تھا ـــــ آپ کو دیکھتے ہی غافلوں کی غفلت میں کمی آجاتی تھی اور بمصداق حدیث اذا راؤا ذکر اللہ۔ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک ایسے گاؤں میں ہوا جہاں کے کاشتکار منود تھے جیسے ہی کہ ان کاشتکاروں نے حضرت کا چہرہ دیکھا آپس میں کہنے لگے کہ یہ عجیب شخص ہے

اس کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے ـــــ آپ کے پاس بیٹھ کر اور آپ کو ایک نظر دیکھتے ہی کیا آشنا اور کیا بیگانہ سب کے ہونٹوں پر مہر سکوت لگ جاتی تھی ـــــ اظہار مدعا کی طاقت نہیں رہتی تھی۔

غلبۂ جذبہ

بعض اوقات آپ پر جذبہ مستولی و غالب ہو جاتا تھا اس وقت آپ کے حاضر باش اصحاب و خلفاء میں سے سوائے شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے کسی کی مجال نہ ہوتی تھی کہ کیفیات کو دریافت کر سکے ـــــ زبدۃ المقامات میں غلبۂ حال اور فرور فتگی کے دو ایک واقعات ملتے ہیں ـــــ لیکن باوجود اس حیرت و فرور فتگی کے امور شرعیہ میں سر مو تفاوت نہیں ہوتا تھا اور "عزیمت" پر عمل آپ کا برستور رہتا تھا۔

خوارق عادات

صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کرامت آپ سے سرزد ہوتی تھی تو وہ بھی خلق اللہ پر شفقت کے ماتحت ہوتی تھی چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ـــــ ایک عورت کا تین چار سال کا بچہ قلعہ فیروز آباد کی دیوار سے نیچے گر پڑا تیس گز اونچی دیوار اور نیچے پتھر کا فرش بچہ کی بساط ہی کیا تھی ـــــ اسکے کانوں سے خون جاری ہو گیا اور امید زیست باقی نہ رہی لڑکے کی ماں بیقرار ہو کر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں روتی ہوئی تڑپتی ہوئی آئی اور دعا کے لیے عرض کیا کہ میرا بچہ بچ جائے۔ حضرت خواجہؒ کی عادت تھی کہ اپنی توجہ و تصرف کو بہت پوشیدہ رکھتے تھے ـــــ اسی لیے آپ نے طب کی ایک کتاب منگوائی اور اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ مرے گا نہیں ـــــ حاضرین کو تعجب ہوا کہ طب کی کونسی کتاب میں یہ بات لکھی ہے ؟ پھر حضرت خواجہؒ تھوڑی دیر خاموش رہے ـــــ بفضل خدا وہ بچہ جو نزع کی سی کیفیت میں مبتلا تھا اچھا ہو گیا ـــــ کرامت ہی کے سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک ظالم و بے مروت سپاہی اپنے ہمسایہ کو ستایا کرتا تھا حضرت خواجہؒ اس کے ظلم کا مشاہدہ کر کے

بے چین اور بے آرام ہوئے اس کو نصیحت کی ــــ سپاہی نے اپنی بد بختی کی بنا پر آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا۔ حضرت خواجہؒ مظلوم ہمسایہ کی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اس ظالم سے فرمایا ــــ دیکھ یہ لوگ ان خواجگان بزرگوار کے زیر سایہ رہتے ہیں، جو بہت غیور واقع ہوئے ہیں۔ خبردار رہنا ــــ بس دو تین ہی دن ہی گزرے ہوں گے کہ وہ ظالم ایک تہمت میں ماخوذ ہو کر قتل ہو گیا۔

دہلی میں آپکی تربیت باطنی کی مدت

دہلی میں آپکی تربیت وتعلیم رہی کا زمانہ زیادہ سے زیادہ تین چار سال ہے غلبۂ "تفرید و آزادگی" کی بنا پر آپ مشیخت سے دور رہنا چاہتے تھے۔ آپ کے ایام توجہ" دو تین سال سے زیادہ نہیں ہیں۔ جب حضرت مجدد الفؒ ثانی آپ کے الطاف و عنایات کی برکت سے درجہ کمال و اکمال کو پہونچ گئے تو حضرت خواجہؒ کو نے خود کو ارباب ارادت کی تعلیمی و تلقینی مصروفیتوں سے بالکل آزاد کر لیا اور حضرت مجددؒ جیسے صاحب کمال اور منتظم خلیفہ کے حوالے یہ سب کارخانۂ "اصلاح و تربیت کر کے خود مطمئن ہو گئے ــــ دو تین سال کی مدت قلیلہ میں ہزاروں کو اپنے خوان کرامت سے بہرہ یاب کیا ــــ اور عظیم الشان آثار برکات کشور ہندوستان میں آپ کے نفسِ گرم سے ظہور پذیر ہوئے ــــ

یہ سلسلہ نقشبندی آپ سے پہلے دیار ہند میں ایک غریب الوطن کی حیثیت رکھتا تھا آپ کے فیض اثر سے یہاں اس کی ترویج و اشاعت ہوئی ــــ آپ سے پہلے بہت سے مشائخ "سالہائے بسیار" تک کوشش کرتے رہے لیکن اس سلسلہ کو ترقی نہیں ہوئی تھی ــــ

یہ دو تین سال ایک پلڑے میں اور سالہائے بسیار دوسرے پلڑے میں رکھئے تو اس قلیل مدت کا وزن بڑھا ہوا نظر آئے گا۔

صرف دو تین سال ہدایت و رشد کا کام جاری رکھا اور ایک عالم کو بہرہ ور کر دیا ــــ شیخ محمد بن فضل اللہؒ سے مولانا محمد ہاشم کشمیؒ نے حضرت خواجہؒ کی تعریف میں یہ کلمات سنے ــــ

نشانِ بزرگی حضرت خواجہؒ کا یہی کافی ہے کہ ان سے اتنی مدت قلیلہ میں اس قدر آثار نمودار ہوئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بہت سے وہ مشائخ بھی کہ حضرت خواجہؒ "ایام تلاش" میں ان کی خدمت میں پہونچے تھے اور دعا و تلقین ذکر کو ان سے حاصل کیا تھا ـــــ ان چند روزہ "دورۂ اصلاح وتربیت" میں حضرت کے پاس کھنچ کر آگئے اور مرید ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کے شہر دہلی میں تشریف لانے کے بعد بعض مشائخ دہلی کو آپ کی مقبولیت دیکھ کر یک گونہ غیرت آئی آخر کار اس میں اپنا کوئی فائدہ سوائے ضرر کے نہ دیکھ کر ناچار وہ بھی مخلصان حقیقی میں سے ہو گئے۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ آپ کے پاس حاضر ہونے کے لئے راہِ دور دراز قطع کر رہے تھے راستے میں خبر انتقال سنی اور دل تھام کر رہ گئے ـــــ میر محمد نعمانؒ کا بیان ہے کہ میں نے شفاخانہ آگرہ میں ایک بیمار کو دیکھا اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا اور فلاں خاندان کا ہوں میں نے وکن میں حضرت خواجہؒ کو خواب میں دیکھا اور ان کے عشق میں گھر سے نکل کھڑا ہوا سفر کرتے کرتے جب آگرہ پہونچا تو ان کے انتقال کی خبر سنی اس غم سے میں بیمار ہو گیا ہوں اور میرا یہ حال خراب جو تم دیکھ رہے ہو اسی بزرگ کے عشق میں ہوا ہے، یہ کہا اور زار زار رونے لگا۔

مرض اور وفات

جب عمر خواجہؒ چالیس سال کے قریب پہونچی تو آپ اس جہان پر ملال سے انتقال کی طرف مائل ہوئے گویا بزبان حال حافظ شیرازی کے ان اشعار کو پڑھتے تھے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ـــ راحت جاں طلبم واز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے ـــ تا درِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم

آخری ایام میں جب کسی کی خبر مرگ سنتے تو آہ سرد کھینچتے تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا

کے پھندوں سے یہ شخص اچھا چھوٹ گیا ؎

مرنے والے خوب چھوٹے گردشِ ایام سے سو رہے ہیں پاؤں پھیلائے ہوئے آرام سے

انہی ایام میں آپ نے خواب میں اپنے متعلق ایک عربی عبارت دیکھی جس کے آخر میں یہ الفاظ تھے :۔ نبقیت و حیدا طریدا فریدا ــــــ ان ہی روز دل میں اپنی ایک زوجۂ مبارک سے فرمایا کہ جب میری عمر چالیس سال کو پہونچ جائے گی مجھے ایک "واقعۂ عظیم" پیش آئے گا۔ اسی زمانے میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض خوابوں سے معلوم ہوا ہے کہ قریب ہی زمانے میں سلسلۂ نقشبندیہ کا کوئی "درویش" فوت ہوگا ــــــ اسی وقت آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے پر فلاں جگہ اختیار کرنی چاہیئے اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس بارے میں بعض احباب سے استصواب رائے کر کے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا۔ اتفاق سے وہی جگہ مدفن بنی جس کا انتخاب اس وقت فرمایا تھا ــــــ ایک دن فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کہا جا رہا ہے کہ جس کام کے لیے تمھیں دہلی میں لایا گیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اب تم کو سفر کرنا چاہیئے۔

وسط ماہ جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ میں امراض نے غلبہ کیا[1]۔ غلبۂ امراض کے زمانے میں آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجۂ احرار قدس سرہٗ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں ــــــ "پیراہن بپوشید ــــــ "کرتا پہنو" ــــــ اس خواب کو بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا اور یوں فرمایا کہ ہم اگر زندہ رہ گئے تو ایسا ہی کریں گے جیسا کہ خواجہ احرار" نے فرمایا ہے ورنہ کفن ہی ہمارا پیراہن ہوگا۔

موت ہی سے کچھ علاج دردِ فرقت ہو تو ہو غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

ایک مخلص اس زمانے میں ارادۂ سفر رکھتا تھا آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا

---

[1] صاحب اسرار یہ نے لکھا ہو کہ میرے شیخ خواجہ خرد" نے فرمایا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ یوں بظاہر صحیح و تندرست نظر آتے تھے لیکن مدت سے امراض مزمنہ و دیرینہ اُن کو لاحق تھے۔ ان امراض کے ساتھ ساتھ آخری ایام میں بخار بھی عارض ہو گیا تھا۔

چند روز کوئی کہیں نہ جائے ہماری بیٹھک بس ختم ہونے والی ہے ــــــ آخر ہائے بازار ماست" ــــــ

اس زمانۂ ضعف و بیماری میں بھی بعض مخلصوں نے آپ سے غوامض علمی کی تحقیق کی ہے اور حضرت نے اپنی تحقیقات عالیہ کے جوہر دکھلائے ہیں۔

اسی دوران میں ایک رات ضعف اس درجہ طاری ہوا کہ نزع کی سی کیفیت طاری ہوگئی بہت دیر یہی عالم رہا جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو یہ تو ایک ایسی نعمت ہے کہ اس نعمت سے باہر آنا اچھا نہیں معلوم ہوتا[1]

بالآخر شنبہ کے دن ۵ ہر جمادی الثانیہ ۱۳۲۷ھ کو آپ کا طائر روح مائل پرواز ہوا۔ آخری وقت اپنے اصحاب کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسا کہ کوئی مسافر اپنے دوستوں کو الوداع کہتے وقت دیکھا کرتا ہے خدام آپ کی نظروں کے اشارے سمجھ کر رونے لگے تو آپ نے تبسم فرمایا۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم ــــ چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

اسی اثناء میں ایک درویش کی زبان سے بے اختیار نکلا ــــــ یا الٰہ العالمین۔ جلدی سے اسکی جانب نگاہ کی اس کے بعد دوسری طرف چہرۂ مبارک کرلیا ــــــ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا سرکار کی یہ توجہ اسم محبوب کے سننے کے لئے ہوئی ــــ یہ سن کر حضرت نے آنکھوں میں آنسو بھر لائے ــــــ دن کا کچھ حصہ باقی تھا کہ میدان فناء الفنا کا یہ شہسوار

---

[1] اسرار یہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے آپ نے اس کیفیت کے زائل ہو جانے کے بعد دوسرے دن فرمایا کہ رات جسم کے جوڑ بند درہم برہم ہوگئے تھے آدھی رات تک یہ کیفیت رہی پھر افاقہ ہوا، اسکے بعد یہ کلمات فرمائے جن کا ترجمہ اوپر درج ہوا ــــ اگر مردن عبارت از ہمیں است چہ نعمتے بودہ کہ ازاں حال برآمدن خوشش نمی آید"

جہراً اللہ کرتا ہوا واصل بحق ہوا ذات باقی سے عشق و تعلق کی بناء پر کائنات کے ذرے ذرے نے اس کے نام کے بقائے دوام کی شہادت دی اور دنیا نے باقی باللہ کہہ کر اس کو پکارا۔ برد اللہ مضجعہٗ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مزار پر انوار

جس جگہ آپ کو دفن کیا گیا اتفاق کی بات ہے کہ یہ جگہ وہی تھی جہاں کسی زمانے میں حضرت خواجہؒ اپنے خدام کے ساتھ پہونچے تھے ــــ وہ جگہ حضرت کو اچھی معلوم ہوئی تھی۔ وضو کر کے انھوں نے وہاں دوگانہ ادا کیا تھا ــــ اس جگہ کی خاک آپ کے دامن کو چمٹ گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ کی مٹی دامن گیر ہو رہی ہے ــــ صاحب زبدہ لکھتے ہیں کہ خواجہ حسام الدینؒ کی کوشش سے ان دنوں مزار اقدس کا گرداگرد قطعہ آبشار، اشجار اور ازہار کی موجودگی کی وجہ سے جنت ارضی بنا ہوا ہے۔

قطعۂ تاریخ وفات

بہت سے فضلاء و عرفا نے آپ کے مرثیے لکھے اور اس میں تاریخیں کہیں صاحب زبدۃ المقامات نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

ذاتے کہ بدوست بود باقی　　از خود ہمہ فانی الصفت بود

بر خالق خویش جملگی عشق　　بر خلق تمام عاطفت بود

دے تشنہ دلم بسال فوتش　　خوش گفت کہ بحر معرفت بود

حضرت خواجہؒ کے چند ملفوظات

حضرت خواجہؒ کا تحریری سرمایہ متعدد رسائل، مکاتیب اور منظومات کی شکل میں کافی مقدار میں ہے۔ یہاں پر آپ کے علمی تبرکات۔ اس مجموعہ میں سے جن کو ان کے ایک خادم نے رسائل و ملفوظات سے اخذ کر کے مرتب کیا ہے ــــ نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) مقامات دوگانہ کی تحقیق کے بعد حضرت خواجہؒ نگارش فرماتے ہیں ــــ اگر کوئی

سالک مقام معصیت میں پھنسا ہوا ہے یا دنیا کی طرف اس کی رغبت ہے۔ اس کا سبب ان چند اسباب میں سے کوئی ایک ضرور ہوگا۔

(۱) یا وہ ضرورت کے مطابق معاش پر اکتفا نہ کرتا ہوگا۔

(۲) یا عوام سے اختلاط رکھتا ہے۔

(۳) یا اس کے اوقات ذکر حق سبحانہ سے معمور نہیں ہیں۔

(۴) یا خدا سے غیر خدا کا طالب ہے۔

(۵) یا وہ اپنے نفس سے مجاہدہ نہیں کرتا۔

(۶) یا وہ اپنے اوپر اور اپنے احوال اور اپنی قوۃ پر نظر رکھتا ہے۔

(۷) احکام ازلیہ پر سر تسلیم خم نہیں کئے ہوئے ہے۔

(۲) فرمایا ـــــ توکل یہ نہیں ہے کہ ترک اسباب کر دے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے ـــــ بلکہ توکل نام اس کا ہے کہ سبب کو قائم و معتبر کرے مثلاً کتابت وغیرہ۔

البتہ سبب پر نظر نہ جمائے اور اس پر بھروسہ نہ کرے ـــــ سبب مثل دروازہ کے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبب تک پہونچنے کے لیے بنایا ہے۔

(۳) فرمایا ـــــ کہ معرفت کے بہت سے درجات ہیں ـــــ اگر سالک حقائق سے حصہ وافر رکھتا ہے فبہا ورنہ اصل کار شریعت پر قائم رہنا ہے۔

(۴) فرمایا ـــــ باری تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے والوں کو کشف مطلق درکار نہیں کیونکہ کشف دو قسم کا ہے، ایک دنیوی وہ تو بالکل ہی غیر ضروری ہے دوسرا اُخروی وہ کتاب وسنت میں واضح طور پر خود موجود ہے، عمل کے لیے وہی کافی ہے اور کوئی کشف اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(۵) فرمایا ـــــ کہ مشائخ کو تربیت وارشاد پر آمادہ کرنے والی ان تین چیزوں

میں سے کوئی ایک چیز ہوتی ہے۔ (۱) الہام حق سبحانہ (۲) حکم پیر (۳) شفقت بر خلق اللہ
تیسری چیز یعنی شفقت بر خلق اللہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ـــــ جب مشائخ
مخلوق خدا کو گمراہی پر ڈٹا ہوا دیکھتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی جانتے ہیں کہ گمراہی عذاب اور
ٹوٹے کا باعث بن جائے گی تو اپنی انتہائی رحم دلی کی بنا پر عذاب کو ان سے دفع کرنے کی فکر
کرتے ہیں ـــــ پس شفقت کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ ترویج و اشاعت کو لازم پکڑ کر مخلوق
خدا کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ حفظ آداب اور اقامت شرع کا امر کریں کہ مثلاً فقہ و حدیث
کے تعلیم و تعلم کا امر کریں ـــــ شرع پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کا مشورہ دیں۔ لیکن یہ بات
بھی ہے کہ مشائخ کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ واصل بھی کر دیں یہ امر شفقت کے لیے لازمی اور
ضروری نہیں ہے بلکہ امر زائد ہے اسی ضمن فرمایا کہ ـــــ اس طریقہ نقشبندیہ کا حاصل کار
یہ ہے کہ "انجذاب ایمانی" کی تربیت کریں ـــــ تمام انبیاء و رسل کی دعوت کا یہی طریقہ تھا۔

(۶) فرمایا ـــــ کہ اعتقاد درست، رعایت احکام شریعت، اخلاص اور دوام توجہ
بجناب حق سبحانہ عظیم ترین نعمت ہے اس نعمت عظمیٰ کے برابر کوئی "ذوق و وجدان" نہیں ہے۔

(۷) ایک روز اہل اللہ کے منکرین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ـــــ کہ اولیاء کبائر
سے محفوظ تو ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی کبیرہ ان سے ناگاہ سرزد ہو جائے تو ان کے تمام اقوال کو
باطل قرار دینا جہالت کی بات ہے ـــــ یہ دیکھنا چاہئے کہ بحیثیت مجموعی ان کا اکثری عمل کیا
رہا ہے اگر کبھی بحکم بشریت کوئی بات ان سے صادر ہو گئی ہو تو ان کو اس میں معذور قرار
دینا چاہیئے۔ (ختم شد۔ والحمد للہ اولاً و آخراً)

بحرِ ولایت کے دو آبدار موتی

خواجۂ کلاں و خواجۂ خُرد

صاحبزادگانِ

خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے تاریخ اسراریہ مولفہ سید محمد کمال سنبھلیؒ کا اقتباس تقریباً سو صفحات سے زیادہ کا مورخ امروہہ مولوی محمود احمد صاحب عباسی سے دستیاب ہوا تھا ـــــ اصل کتاب تو ساڑھے پانچسو صفحات سے زیادہ ہے ـــــ یہ کتاب گیارہویں صدی ہجری کی ایک بہترین تاریخ ہے مگر افسوس ہنوز طباعت سے آشنا نہیں ہو سکی ہے ـــــ اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رامپور میں ہے۔ دوسرا نسخہ سنبھل میں کسی صاحب کے پاس ہے۔ تیسرا نسخہ امروہہ میں تھا جو غالباً مولف ہی کے زمانے کا بلکہ ان کے قلم کا لکھا ہوا تھا لیکن وہ بھی اس وقت امروہہ میں موجود نہیں ہے۔[1]

سید محمد کمال سنبھلیؒ نسباً سادات واسطیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ ولایت امروہہ کی اولاد سے ہیں، ان کے آباؤ اجداد سنبھل میں سکونت پذیر ہو گئے تھے ـــــ مؤلف نے اسراریہ کے آخر میں اپنے آباؤ اجداد کے مفصل حالات بھی تحریر کیے ہیں۔

سید محمد کمالؒ ایک اچھے ادیب اور مصنف معلوم ہوتے ہیں۔ اسراریہ کے مطالعہ سے ان کی ایک اور کتاب جمع الجمیع کا پتہ چلتا ہے جو معارف و حقائق میں ہے ممکن ہے

---

[1] دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی اسراریہ کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

کہ ان کی اور بھی تصنیفات ہوں اور وہ اسراریہ کی طرح پردۂ اسرار میں ہوں۔

صاحب اسراریہ کا طرز نگارش بڑا عجیب اور دلکش ہے بات میں سے بات نکالتے ہیں اگر اس زمانے کے کسی صاحب قلم سے ان کو تشبیہ دینا چاہوں تو وہ مولانا مناظر احسن گیلانی مدظلہٗ ہو سکتے ہیں۔ مولانا گیلانی کے یہاں بھی یہ لطف ہے کہ ایک بات کہہ رہے ہیں اور دوسری ضروری بات یاد آگئی اس کا ساتھ ہی ساتھ ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ اس طرح مفید معلومات کا ایک ذخیرہ ناظرین کے ہاتھ لگ جاتا ہے ـــــ اگر اسراریہ شائع ہو جاتی تو گیارہویں صدی ہجری کے رجال کی بڑی کافی معلومات مورخین زمانہ کو میسر آجاتیں ـــــ خیر مجھے اس وقت اس کے متعلق کچھ لکھنا نہیں ہے بات طویل ہو جائے گی ـــــ اس وقت تو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے صاحبزادوں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے ـــــ اسراریہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہر دو صاحبزادگان کا تذکرہ درج ہے مولف خواجہ خرد کا براہ راست مرید اور سفر و حضر کا رفیق ہے ـــــ اسی بنا پر اس نے خصوصیت کے ساتھ خواجہ خرد کی زندگی کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے ـــــ جگہ جگہ شیخ من گفتا کہہ کر ان کے ملفوظات پیش کیے ہیں ـــ ان کی دستی تحریروں کو جن میں معارف و حقائق ہیں اپنی کتاب میں بکثرت نقل کیا ہے۔ ان کے اخلاق و عادات پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ ان کی چشم دید کرامات کو بیان کیا ہے اپنے شیخ کی شوریدگی و جوشش عشق کے واقعات کو بے تکلفانہ لکھا ہے ـــــ خواجہ خرد کا غلبہ عشق کے زمانے میں امروہہ میں مدتوں قیام کرنا اسی کتاب سے معلوم ہوا ـــــ وفات سے ایک سال قبل خواجہ خردؒ کی سنبھل میں تشریف آوری کا بھی اس میں ذکر ہے ـــ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید کمال اپنے شیخ کا صرف مرید ہی نہیں ہے، بلکہ ان کا ایک خاص مصاحب و دوست بھی ہے ـــــ ان کے دیگر حالات کے علاوہ تاریخ پیدائش، عمر، تاریخ وفات مع تفصیل ماہ و یوم اور مرض وفات کے واقعات اگر اسراریہ میں درج نہ ہوتے ـــــ تو شاید وہ کسی دوسرے ذریعہ آج معلوم نہ ہو سکتے ـــــ مجھے خوشی ہے کہ میں

صاحبزادگان خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے ضروری اور اہم حالات تاریخ اسراریہ سے اخذ کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں وما توفیقی الا باللہ

میں نے خواجہ خورد کے تذکرے میں بمقابلہ اسراریہ کے اختصار سے کام لیا ہے تاکہ مضمون طویل نہ ہوجائے، البتہ خواجہ کلاں کا تذکرہ خود ہی مختصر تھا اس لیے اس میں اختصار کی ضرورت پیش نہیں آئی اس تذکرے سے میرا مقصد اور میری امیدیں یہ ہیں :-

(۱) خواجہ خورد و خواجہ کلاں رحمہما اللہ کی تاریخی، علمی اور روحانی حیثیت بندگان خدا کے علم میں آ جائے۔

(۲) مورخین نے عام طور پر ان دونوں کے ناموں تک میں تغیر و تبدل کر دیا ہے بعض نے ان کے حالات بہم پہنچانے میں بے توجہی سے کام لیا ہے اور بعض سے سہواً غلطیاں ہو گئی ہیں۔ انشاء اللہ اس تذکرہ سے ان کے صحیح نام اور حالات سامنے آجائیں گے۔

(۳) مکتوبات امام ربانیؒ کے مکتوب الیہما ہونے کی حیثیت سے بھی ان دونوں صاحبزادوں کو اہمیت حاصل ہے ـــــ اس وجہ سے بھی میں نے چاہا کہ ان کے حالات کو اسراریہ کی روشنی میں مرتب کر دوں تاکہ اگر کوئی آئندہ رجال مکتوبات پر کام کرنا چاہے تو اسے آسانی ہو ـــــ بنا بریں اس مضمون کے بعد شیخ تاج الدین سنبھلیؒ، مرزا حسام الدینؒ اور شیخ الہدادؒ کے حالات بھی اسراریہ اور دیگر کتب کی مدد سے انشاء اللہ لکھوں گا۔ [٥]

اب میں اسراریہ کے پیش کردہ سوانح سے پہلے مختصراً یہ عرض کر دوں کہ ان دو برادروں کے بارے میں دیگر مورخین نے لکھا ہے اور کیا کیا غلطیاں انھوں نے کی ہیں یا ہو گئی ہیں ـــــ

پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ سید کمال سنبھلیؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے بڑے صاحبزادے کا نام عبد اللہ بتلایا ہے خواجہ کلاں ان کا لقب ہے اور چھوٹے صاحبزادے کا نام عبید اللہ لکھا ہے یہ خواجہ خورد کے لقب سے ملقب تھے اور یہی نام صحیح ہیں اسلیئے ان ناموں کو خواجہ

---

[٥] صاحب مقالہ مولانا فریدی ؒ ظلہ نے ان تینوں حضرات کے حالات حسب وعدہ لکھے جو اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

خرد کا ایک راز دار اور طویل صحبت یافتہ مورخ تبلا رہا ہے ــــ آگے آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ دوسرے مورخین نے ان دونوں کے ناموں تک میں تغیر و تبدل کر دیا ہے، یہ بھی معلوم رہے کہ یہ دونوں بھائی ذو ماؤں سے ہیں مکتوبات امام ربانیؒ، زبدۃ المقامات اور آثار الکرام سے یہ بات معلوم ہوئی تعجب ہے کہ مؤلف اسرار یہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

اسرار یہ ۱۰۹۰ھ میں تمام ہوئی اس سے پہلے ۱۰۳۷ھ میں مولانا محمد ہاشم کشمیؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے زبدۃ المقامات لکھی ہے اس کتاب میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا تذکرہ کرنے کے بعد اُن کے "فرزندان" و خلفاء کا بھی ذکر کیا گیا ہے ــــ فرزندوں میں پہلے خواجہ عبید اللہؒ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے ــــ نخستین فرزند دلبند حضرت خواجہ ما اند (زبدۃ المقامات صلا) یعنی خواجہ صاحبؒ کے بڑے فرزند خواجہ عبید اللہ ہیں ــــ پھر پیدائش کی تاریخ مثنوی خواجہ باقی باللہ سے اخذ کر کے لکھی ہے وہ بڑے ہی بیٹے کی ہے۔ (یعنی ربیع الاول ۱۰۱۰ھ) لیکن عنوان تذکرہ میں نام بڑے بیٹے کا نہیں چھوٹے صاحبزادے کا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ کتابت کی غلطی ہو گی مگر اس کا کیا علاج کہ مولانا محمد ہاشمؒ نے آگے چل کر لکھا ہے کہ خواب میں خواجہ صاحبؒ نے دیکھا تھا کہ ایک درویش کہہ رہے ہیں کہ ایک پسر حمیدہ سیر پیدا ہوگا اس کا نام خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے نام پر عبید اللہ رکھنا ــــ یہ بھی لکھا ہے کہ مثنوی میں خواجہ صاحبؒ نے اس کا ذکر کیا ہے پھر مثنوی کے اشعار جو پیش کیے ہیں ان سے کہیں یہ بات معلوم نہیں ہوتی۔

میرے سامنے مثنوی خواجہ باقی باللہؒ (مطبوعہ محمودی پریس دکن) کا جو نسخہ ہے اسمیں ان اشعار کے اوپر یہ عنوان ہے ــــ تاریخ تولد برخورداران خواجہ محمد عبد اللہ و خواجہ عبید اللہ کہ در یکسال متولد شدند ــــ اس میں ترتیب اسماء صاف تبلا رہی ہے کہ بڑے صاحبزادے خواجہ عبد اللہ ہیں کہ خواجہ عبید اللہ ــــ پھر عبید اللہ کی تصغیر بھی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ عبید اللہ پسر دوم ہیں نہ کہ پسر نخستین۔

زبدۃ المقامات میں آگے چل کر دوسرے صاحبزادے کا تذکرہ ہے اس کا عنوان ہے "خواجہ عبداللہ سلمہ" اس کے ماتحت لکھا ہے ــــ فرزند دوم حضرت خواجہ ما اند ــــ وہی مقلوب دبرعکس بات ــــ اسی پر اکتفا نہیں (ورنہ کاتب بیچارے کے ذمے بات آتی۔) آگے فرماتے ہیں:۔

برادر بزرگ از مادر دیگر اند وایشاں از والدۂ دیگر ــــ عبداللہ کو وہ برادر خرد مان کر پہلے جن صاحبزادہ کا ذکر کیا ہے اور جن کا نام عبیداللہ تبلایا ہے ان کو برادر بزرگ قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولانا کشمیؒ کے نزدیک فرزند اوّل وہ ہیں جو خواجہ احرار کے ہم نام ہیں، اب کوئی اشتباہ یا کاتب کے سر دھرنے والی بات نہیں رہی ــــ مولانا کشمیؒ نے خود ہی سوچ سمجھ کر ایک بات لکھی ہے جو ظاہر ہو چکی ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائیوں کی عمروں میں کم تفاوت کے باعث مولانا کشمیؒ اسم و مسمیٰ میں مطابقت نہیں کر سکے ہیں ــــ ایک صاحبزادے کی ملاقات کا ذکر تو مولانا کشمیؒ نے کیا ہے، دوسرے صاحبزادے سے بھی ایک آدھ بار ملاقات ممکن ہے کہ ہوئی ہو۔

صاحب زبدۃ المقامات ۱۰۲۱ھ میں درگاہ مجدد الف ثانیؒ میں باریاب ہوئے ہیں، اور عتبہ عالیہ پر دونوں صاحبزادوں کے قیام پذیر رہنے کا زمانہ ۱۰۱۱ھ سے کچھ پہلے ہے ــــ ایسی صورت میں ناموں میں تغیر و تبدل ہونا کچھ بعید نہیں ہے ــــ البتہ دونوں بھائیوں کا جو کچھ تذکرہ کیا ہے وہ مجموعی حیثیت سے پر از معلومات ہے۔ اور اس میں چند باتیں وہ ہیں جو اسرار یہ میں نہیں ہیں۔ لیکن چوں کہ وہ اسم کو مسمیٰ سے مطابق نہیں کر رہے ہیں اس لیے ہر واحد کے تذکرے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے جو معلومات عبداللہ کے ضمن میں لکھی ہیں وہ عبیداللہ کی ہوں اور جو عبیداللہ کے بارے میں لکھی ہیں وہ عبداللہ کی ہوں۔

چنانچہ خواجہ عبداللہؒ کو صاحبزادۂ دوم قرار دیتے ہوئے ان کی ایک ایسی خصوصیت کا ذکر کیا ہے جو خواجہ عبیداللہؒ کی ہے اور جس کو تفصیل سے اسراریہ میں دیکھا جا سکتا ہے وہ خصوصیت "شوریدہ حالی و نسبت توحید وجود" ہے ـــــ مولانا کشمیؒ نے لکھا ہے کہ اشعار پر سوز میخوانند و آہ گرم و سرد از دل پر درد می آرند و خود اشعار زیبا می فرمایند ـــــ و بملاحظۂ انتساب خود بحضرت ایشاں (حضرت مجدد الف ثانیؒ) تخلص در آں احمدی می نمائند ـــ یہ بات صاحب اسراریہ نے بھی نہیں بتلائی کہ اُن کے پیر و مرشد کا تخلص احمدی تھا۔

صاحب زبدۃ المقامات فرماتے ہیں کہ ان چھوٹے صاحبزادے نے (جن کو وہ عبداللہ سمجھے ہوئے ہیں اور در اصل ہیں وہ عبیداللہؒ) مجھے یہ شعر فی البدیہہ سنایا:

گشتِ گلستاں بہانہ ایست نگارا
بوئے تو آوارہ کردہ بادِ صبارا

اور پھر میری طرف اشارہ کیا کہ تم بھی اس زمین میں کچھ کہو چنانچہ میں نے دو شعر کہے مولانا کشمیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ زبان مبارک سے ان مخدوم زادہ عالی شان کی تعریف فرمائی ہے ایک مرتبہ فرمایا ـــــ "او از محمدی المشربان است و از محبوبان است و از مغلوبان نسبت توحید و از خداوندان آزادگی تفرید۔"

مولانا کشمیؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا کہ ان خواجہ زادہ میں (خواجہ عبیداللہؒ جن کو مولانا کشمیؒ خواجہ عبداللہ سمجھتے ہیں) اگر کمال وسعت مشرب و شوریدہ حالی اور بے تقیدی نہ ہوتو ـــــ "ایشاں را اجازت تعلیم طریقت میدادیم تا بر سجادۂ والد بزرگوار خود نشستہ بافادہ و افاضہ طلاب پردا ختندے۔"

یعنی میں اُن کو اجازت[1] تعلیم طریقت دے دیتا تاکہ یہ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین ہو کر افادہ طالبین میں مشغول ہوتے۔

مجھے یہاں پر زبدۃ المقامات میں صرف اتنا ہی دکھانا تھا کہ صاحب زبدہ نے دونوں صاحبزادوں کے نام متعین کرنے میں غلطی کی ہے اور ایک کے حالات کو دوسرے سے ملا دیا ہے کل واقعات کا نہ احاطہ مقصود تھا نہ اس مضمون میں اس کی گنجائش۔

اب میں مکتوبات امام ربانیؒ کی جانب ناظرین کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں تاکہ وہ صاحبزادگان کے نام کے مکاتیب سے اُن کے صحیح مقام و رفعت شان اور خصوصیات کا پتہ چلا سکیں ــــــ مکتوبات کی ہر سہ جلد میں دونوں صاحبزادوں کے نام حسب ذیل مکتوبات ہیں :-

(۱) مکتوب ۲۹۶ بنام خواجہ عبد اللہ و عبید اللہ در بیان بعضے از عقائد کلامیہ — جلد اوّل
(۲) مکتوب ۲۳ بنام خواجہ محمد عبد اللہ در بیان اتباع سنت — جلد ثانی
(۳) مکتوب ۳۵ بنام پیرزادہ محمد عبد اللہ در جواب استفسار — 〃 〃
(۴) مکتوب ۵۹ 〃 〃 〃 〃 — 〃 〃
(۵) مکتوب ۵۹ بخواجہ محمد عبد اللہ در تاسف بر صحبت گزشتہ — جلد ثالث

---

[1] صاحب اسراریہ نے لکھا ہے کہ خواجہ عبید اللہؒ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دوسری حاضری کے بعد اپنے دست مبارک سے اجازت نامہ لکھ کر دیا ہے۔ اسراریہ کے الفاظ یہ ہیں۔ پس از صحبت دوم اجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ بدست خود نوشتہ بوے داد ــــــ اسکی تائید الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ خرد۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دادا پیر ہیں۔ خود شاہ صاحبؒ سلسلہ طریقت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں عن خواجہ خرد عن الشیخ احمد السرہندی (الانتباہ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ص۳۰) مولانا کشمیؒ نے حضرت مجددؒ کا جو ارشاد نقل فرمایا ہے وہ اس اجازت سے پہلے کا ہوگا۔

جلد ثالث (۶) مکتوب ۲۰۱ بخواجہ محمد عبداللہ در ترغیب بر صحبت گزشتہ

" (۷) مکتوب ۲۰۲ بہ محمد عبیداللہ

وہ مکتوبات جن میں صاحبزادگان کا ذکر آیا ہے، حسب ذیل ہیں۔

(۱) جلد اول مکتوب ۲۲۹ بنام مرزا حسام الدینؒ

(۲) " " مکتوب ۲۶۰ " " " "

(۳) " " مکتوب ۲۷۳ " " " "

(۴) جلد ثانی مکتوب ۲۶ " " " "

(۵) جلد ثالث مکتوب ۱۱۵ " " " "

میں نے جہاں تک تفحص کیا ہے مندرجہ بالا مکتوبات میں خواجہ زادگان کا ذکر پایا ہے، ممکن ہے ان کے علاوہ کسی اور مکتوب میں بھی کہیں ضمنی ذکر ہو۔

ان مکتوبات میں جو خواجہ زادگان سے متعلق ہیں کیا کیا مضامین ہیں یہ چیز ایک علیحدہ مضمون چاہتی ہے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باکمال خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ "ہمارے لڑکوں کا خیال رکھنا اور ان سے باخبر رہنا"۔ یہ دونوں صاحبزادے ابھی شیرخوار ہی تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال ہو گیا۔ پیرزادگان کی حیثیت سے اور بالخصوص وصیت مرشد کے پیش نظر حضرت مجددؒ صاحب نے تمام عمر ان دونوں صاحبزادوں کا خیال رکھا۔ اپنے یہاں ان دونوں صاحبزادوں کو رکھا جب یہ صاحبزادے دہلی چلے گئے تو وہاں ان کی تربیت مرزا حسام الدین کی زیر نگرانی ہوئی۔ حضرت مجددؒ صاحب جہاں صاحبزادگان کو ضروری ضروری ہدایات تحریر فرماتے ہیں وہاں مرزا حسام الدینؒ کو بھی نگہداشت کی تاکید فرماتے ہیں ـــ سرہند میں بیٹھے ہوئے ہیں اور صاحبزادگان کو صحت عقائد و اعمال صالحہ اور اتباع سنت کی برابر تلقین فرما رہے ہیں ـــ کوئی بات خلاف سنت یا خلاف مسلک خواجہ باقی باللہؒ سن پاتے ہیں تو اس پر زوردار تنبیہ فرماتے ہیں ـــ پیرزادگان کو کس

تعظیم اور کیسی محبت اور شفقت سے خطاب فرماتے ہیں اس کا اندازہ ان مکتوبات کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے ۔ بعض مکتوبات میں صحبت گزشتہ پر تاسف فرمایا ہے ۔ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ جب تم دونوں دودھ پیتے تھے اس وقت میں نے تم پر توجہ باطنی ڈالی ہے ۔ مرزا حسام الدین کا شکریہ ادا فرماتے ہیں کہ آپ نے صاحبزادگان کی تربیت کا کام اپنے ذمہ لے کر یک گونہ اطمینانی صورت پیدا کر دی ہے ۔ اور مرزا حسام الدین کو اس امر کی جانب بھی متوجہ فرماتے ہیں کہ وہ بعض خلاف مسلک امور کی روک تھام سختی سے کریں ۔

جلد اول میں مکتوب ۲۶۶ بنام صاحبزادگان گویا ایک مستقل رسالہ ہے اس کو عقائد نامہ کے ساتھ موسوم کیا جائے تو بہتر ہے ۔ یہ مکتوب چھبیس صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس مکتوب کے آخر میں تحریر فرمایا ہے " چونکہ فقیر کو دہلی آنے میں توقف ہوا اسلیے یہ تحریر بھیجدی گئی ہے ۔ اس مکتوب کو بطور سبق مرزا حسام الدین صاحب کے سامنے از اول تا آخر پڑھ لینا والسلام "

مرزا حسام الدین صاحب کو علیحدہ ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں ۔

" وہ خط جو خواجہ زادگان کو لکھا گیا ہے نظر اشرف سے گزرے گا "

اس موقع پر اتنی بات اور عرض کردوں کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی مشہور فقہی کتاب مالابدمنہ کے شروع میں عقائد کی جو بحث کی ہے اس کا زیادہ تر حصہ اسی مکتوب سے ماخوذ ہے ۔ قاضی صاحب عبارتیں کی عبارتیں اختصار و خلاصہ کے ساتھ اس مکتوب کی لائے ہیں ۔ مالابدمنہ کا یہ حصہ اس مکتوب کی روشنی ہی میں پوری طرح سمجھ میں آ سکتا ہے اسی مکتوب کے بارے میں حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی نے فرمایا ہے کہ :-

" ایں مکتوب فائدۂ کثیر در علم عقائد دارد ایں را علیحدہ نوشتہ بر دماں دادہ شود "

(در المعارف صلنئہ)

"یعنی یہ مکتوب علم عقائد میں فائدہ کثیر رکھتا ہے اس کی نقلیں کرا کے لوگوں میں تقسیم کی جائیں۔"

صاحب زادگان کے ناموں میں مطبوعہ مکتوبات کے اندر ایک دو جگہ جو اور غلطیاں کاتبوں سے ہو گئی ہیں اُن کو اور ظاہر کر دوں ـــــ مکتوبات مطبوعہ مطبع احمدی دلی جلد ثالث کی فہرست میں "مکتوب ہفتاد و نہم بہ محمد عبداللہ" لکھا ہے اور صـ۱۱۱ پر جہاں یہ مکتوب درج ہے اس کے سرنامے پر لکھا ہے "بجناب پیرزادہ خواجہ محمد عبیداللہ" ـــــ اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ خواجہ خرد (خواجہ عبیداللہؒ) کی طبیعت کا جو انداز ہے اس کے پیش نظر یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس قسم کا سوال حضرت مجددؒ سے وہی کر سکتے ہیں۔

مکتوبات مطبوعہ امرتسر میں مکتوب عـ۲۵ جلد ثانی صـ۲ پر خواجہ محمد عبداللہ کے نام پر جو حاشیہ ہے اس کی عبارت یہ ہے۔ ـــــ "فرزند دلبند دوم حضرت خواجہ باقی باللہؒ" یہ وہی غلطی ہے جو اوپر سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔

اب ذرا مآثر الکرام مصنفہ علامہ آزاد بلگرامیؒ کی سیر اور کر لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"خواجہ عبیداللہ المشہور بہ خواجہ کلاں قدس سرہٗ ـــــ" "خواجہ عبداللہ المعروف بہ خواجہ خرد قدس سرہٗ" ـــــ یہاں پر بھی اسماء میں عکس ہو گیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ماقبل کے بعض مورخین نے ان کے اسماء میں ایسا کیا ہے ـــــ علاوہ ازیں علامہ آزاد بلگرامی جن صاحبزادے کو خواجہ کلاں تبلا رہے ہیں ان کی تاریخ وفات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۰۷۴ھ لکھی ہے حالانکہ ۱۰۷۴ھ خواجہ خردؒ کی تاریخ وصال ہے، خواجہ کلاں کا انتقال ۱۰۷۳ھ میں ایک سال پہلے ہوا ہے جیسا کہ آگے اسرار یہ سے معلوم ہو گا۔

عجیب بات یہ ہے کہ مآثر الکرام میں خواجہ خرد کی پیدائش رجب ۱۰۱۰ھ میں تبلائی ہے (جو صحیح ہے) اور سن وفات ۹۷۵ھ لکھا ہے پھر لفظوں[1] میں بھی "خمس وسبعین وتسعمائۃ"

---

[1] مآثر الکرام مکتوبہ ۱۱۸۲ مصنف میں بھی یہی غلطی ہے احقر نے وہ نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں دیکھا ہے غالباً مفتی سعداللہؒ کی کتابوں میں وہ کتاب تھی۔ نسیم احمد فریدی غفرلہٗ

لکھا ہے، جس کے بعد کاتب کی غلطی نتہ ارنہیں دی جا سکتی ــــ علامہ آزاد نے خواجہ خرد کے تذکرہ میں لکھا ہے در ماہ تاریخ انتقال پدر بزرگوار یعنی بست و پنجم جمادی الآخرہ روز چہار شنبہ برحمت الٰہی پیوست ــــ اس میں دن اور تاریخ تو وہی ہے جو سید کمال سنبھلیؒ نے بتلایا ہے لیکن مہینہ جمادی الاولیٰ ہے نہ کہ جمادی الثانیہ ــــ سید کمالؒ نے اپنے پیر و مرشد کی عمر کا حساب لگا کر سال و ماہ کے ساتھ ساتھ دن بھی بتلا دیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ معتبر کسی دوسرے مورخ کا قول اس بارے میں نہیں ہو سکتا۔

صاحب مآثر الکرام نے بلگرام کے ایک محدث سید محمد مبارک بلگرامی کے تذکرے کے ضمن میں بھی خواجہ خرد کا تذکرہ کیا ہے جس سے خواجہ خرد کے مشغلہ درس اور علمی بلند پائگی کا پتہ چلتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ میر سید محمد مبارک سنہ ۱۰۷۰ھ میں اکتساب علم کے ارادہ سے دہلی تشریف لے گئے وہاں مطول تفتازانی ــــ خواجہ عبداللہ المشہور بخواجہ خردؒ بن خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس اللہ اسرارہما سے پڑھی" ــــ یہاں بھی نام صحیح نہیں بتلایا لیکن لقب نے متعین کر دیا کہ سید محمد مبارک محدث بلگرامیؒ کے استاد خواجہ عبیداللہ عرف خواجہ خردؒ تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرمایا ہے " اس فقیر کو صحبت، بیعت، تلقین اشغال اور اجازت و خرقہ کی جہت سے ارتباط اپنے والد سے ہے جن کا نام نامی شیخ عبدالرحیم قدس سرہ ہے اور حضرت والد کو مشائخ طریق سے چار اشخاص سے یہ ارتباط ہے۔

(۱) سید عبداللہ (۲) میر ابوالقاسم اکبرآبادی (۳) خواجہ خردؒ (۴) میر نور العلی خلف میر ابوالعلیٰ " اس مقام پر حضرت شاہ صاحبؒ نے خواجہ خردؒ کے لقب پر اکتفاء فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صاحبزادگان اپنے القاب کے ساتھ شہرت رکھتے تھے اس لیے علامہ بلگرامیؒ نے جن صاحبزادہ کو سید محمد مبارک محدثؒ کا استاد بتلایا ہے ان کے لقب خواجہ خرد کو صراحۃً ذکر کر دیا ہے ــــ نام میں غلطی ہے سو وہ اوروں سے بھی ہوئی ہے۔

اب آپ کے سامنے انوار العارفین مولفہ صوفی محمد حسین مرادآبادیؒ کو پیش کرتا ہوں۔ وہ خواجہ باقی باللہؒ کے بعد خواجہ محمد عبید اللہ کا ذکر کرتے ہیں بایں الفاظ ــــــ
ذکر خواجہ محمد عبد اللہ کہ بخواجہ کلاں اشتہار دارند ــــــ آگے فرماتے ہیں کہ ــــــ
در رشحات است فرزند نخستین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار بودند ــــــ دیکھئے صاحب انوار العارفین نے کیا کمال کیا ہے کہ حضرت باقی باللہؒ کے ذکر سے متصل خواجہ کلاں کا ذکر لاتے ہیں اور رشحات کے حوالے سے نقل کر جاتے ہیں کہ یہ خواجہ عبید اللہ احرار کے صاحبزادے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سرے سے یہ علم ہی نہیں ہے کہ خواجہ کلاں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے بھی کوئی صاحبزادے تھے۔

مزارات اولیاء دہلی کے مولف کی "تحقیق" ان صاحبزادگان کے بارے میں اور ملاحظہ فرمالیجئے۔
خواجہ کلاں کے متعلق لکھتے ہیں۔ ــ آپ فرزند اکبر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں آپکے علم باطنی وحصول خلافت کے حالات ہم کو کسی کتاب سے معلوم نہیں ہوئے بہر حال بزرگ زادہ بزرگ تھے سن وفات آپکا معلوم نہیں ہوا صفحہ ۱۰۶
خواجہ خرد کے متعلق لکھتے ہیں ــــــ "آپ فرزند اصغر خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں آپ دونوں صغیر سن تھے جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا...... آپنے سنہ [illegible] میں بعہد شاہجہاں بادشاہ انتقال فرمایا۔" صفحہ ۱۰۷–۱۰۸

سبحان اللہ کیا داد تحقیق دی ہے ــــــ خواجہ کلاں وخواجہ خرد کے نام تک نہیں بتلائے ــ بڑے صاحبزادے کے نہ حصول خلافت کا حال معلوم، نہ سن وفات کا پتہ اور چھوٹے صاحبزادہ کا سن وفات معلوم بھی ہوا تو وہ بجائے [illegible] کے [illegible]۔

آخر میں "ہند و پاکستان کے اولیاء" مولفہ شوکت فہمی کی "اعلیٰ تحقیقات" اور ملاحظہ فرمالیجئے۔ اس کے بعد اسرار یہ کو پیش کیا جائے گا۔
"حضرت کی روحانی اولاد یعنی خلفاء کے علاوہ حضرت کی جسمانی اولاد میں حضرت کے دو صاحبزادے تھے جن میں بڑے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ تھے جو علوم باطنی اور ظاہری دونوں سے مالا مال تھے آپ کے دوسرے صاحبزادے محمد عبد اللہ تھے جو

خواجہ عبداللہ سے چار ماہ چھوٹے تھے اور حضرت کی دوسری حرم محترم کے بطن سے تھے آپ بہت بڑے عالم ہوئے ہیں اور غیر معمولی ذوق تصوف رکھتے تھے ——
صاحبزادہ محمد عبداللہ زمانہ دراز تک حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پاس رہ کر روحانی کمالات سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں اور آپ کو راہ سلوک میں ایک خاص درجہ حاصل تھا۔
(ص۲۱ ذکر خواجہ باقی باللہ)

آپ نے دیکھا یہاں بھی وہی ایک بات کہی گئی ہے —— اور اتنی اہم شخصیتوں کا ذکر چھیڑ کر سوائے لفظوں کے کسی قسم کی زحمت برداشت نہیں فرمائی گئی ——

آیئے اب اسراریہ کی روشنی میں ان دونوں صاحبزادوں کے حالات کا مطالعہ کیجیئے:۔

ذکر خواجہ عبداللہ المعروف خواجہ کلاں

آپ خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے ہیں آپ نے خواجہ حسام الدینؒ کی صحبت پائی تھی، علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اُن کے اخلاق بہت اونچے اور فضائل و کمالات بیش از حوصلۂ بیان ہیں —— آپ کے قلم سے تصانیف عالیہ نکلی ہیں منجملہ تصنیفات کے ایک تصنیف طبقات حسامی ہے جو کہ اپنے شیخ (شیخ حسام الدینؒ) کے نام سے موسوم کی ہے اور تھوڑی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہونچائی ہے —— اس میں بہت سے اسرار و حقائق اور مختلف مشائخ سلاسل کے حالات شرح و بسط سے لکھے ہیں اگر اس کتاب میں سے فقط مشائخ جمیع سلاسل کے حالات جدا کر لیے جائیں تو چند جلدیں ظہور میں آجائیں۔ یہ کتاب تمام سلسلہ والوں کو کافی ہے۔ (صاحب اسراریہ کہتے ہیں) ایک دن خواجہ کلاں نے مجھ کو اپنے پاس بلایا اور از راہ لطف و کرم اس کتاب کو دکھلایا اس کی ضخامت[1] دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی میں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

---

[1] غالباً اسی کتاب کے متعلق علامہ بگرامی نے آثار الکرام میں لکھا ہے۔ وتذکرۂ مشائخ متقدم یک لک بیت تالیف کرد۔ (مآثر الکرام ص۲۱ ذکر خواجہ کلاں) خدا معلوم یہ کتاب اب بھی کسی جگہ محفوظ ہے یا نہیں؟

وہ ہمیشہ زاویۂ ہمت و استقامت میں ثابت قدم رہے۔ کرم و سخاوت اُن کی ذاتی صفت ہے اور طریق غربت و شکستگی اُن کا اصلی شیوہ۔

میرے شیخ (خواجہ حسامؒ) نے فرمایا کہ خواجہ بزرگ کے وصال (۲۵ جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ) کے وقت اُن کی عمر ۴۰ سال چار ماہ کی تھی۔

شیخ محمد ہاشم کشمی نے ذکر کیا کہ خواجہ بزرگ (خواجہ باقی باللہ) فرمایا کرتے تھے کہ اس لڑکے کو ہم سے ایک چیز پہونچی ہے ــــ (از ما چیزے بوے رسیدہ است۔)

بعد اتمام اسرار یہ ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۰۷۴ھ کو خواجۂ کلاں دنیا سے سدھار گئے۔ اُن کی قبر اُن کے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کی قبر کے قریب ہے۔

میرے شیخ (خواجہ حسامؒ) اس سال (۱۰۷۳ھ) میں سنبھل تشریف لائے تھے ایک ماہ اور ایک روز غریب خانے پر قیام فرمایا ــــ سنبھل سے واپسی پر دہلی میں شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ (جو کہ جوان صالح اور شیخ الہدیہ کے پوتوں میں سے ہیں۔) کے گھر میں رات کو فروکش ہوئے اتفاقاً اس رات کو زینے کی کجی کی بنا پر اُن کے پاؤں کو صدمہ پہونچا اور اسی رات کو خواجۂ کلاں چل بسے۔

بنابریں میرے شیخ نے مجھ کو ایک مکتوب گرامی میں یہ جملہ تحریر فرمایا ــــ سبحان اللہ ہم پائے مرا شکستند و ہم بازوئے مرا ــــ یعنی قضا و قدر نے میری ٹانگ بھی توڑ دی اور میرا بازو بھی توڑ دیا۔

میں نے خواجۂ کلاں کی تاریخ وفات میں یہ قطعہ لکھا ہے:۔

چو رفت خواجہ عبداللہ از سرائے فنا	کدام دیدہ نرگس کہ دُرِّ اشک نسفت
ہزار جاں بفراقش چو گل گریباں چاک	ہزار دل زحد امیدش ہمچو زلف آشفت

کمال از پئے سال وصال آں خواجہ ــــ چوں فکر کرد ــــ بشد آں خواجہ کلاں بگفت

ل علامۂ بلگرامی نے ان کی تاریخ پیدائش غرۂ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ لکھی ہے اور یہی تاریخ مثنوی باقی باللہ سے معلوم ہوتی ہے۔

ذکر خواجہ عبید اللہ المعروف بخواجہ خردؒ

سید کمال سنبھلی لکھتے ہیں کہ یہ میرے شیخ ہیں ان کی ولادت ہر رجب ۱۰۱۰ھ میں ہوئی لفظ رضی تاریخ پیدائش ہے ـــــ خواجہ باقی باللہؒ نے ان کی ولادت کے وقت ایک مژدہ دیا تھا۔ اس ایک مصرعہ سے ان کی ولادت کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ "ماہِ رجب بود و صباح ششم" انہوں نے مادرزاد روحانی دولت پائی تھی۔ جب یہ چھ ماہ کے ہوئے تو ان کو خواجہ بزرگ کے پاس لائے اور دعا چاہی کہ آپ کا یہ لڑکا دولت و جاہ میں اپنے نانا خواجہ یعقوبؒ کی طرح ہو ـــ خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مثل مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ کے ہوگا ـــ اسی روز سے آثار ہدایت و ولایت ان سے ظاہر ہونے شروع ہوئے ـــ چھوٹی عمر میں حافظ کلام مجید ہو گئے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں حضرت شیخ احمد مجدد سرہندیؒ کی خدمت میں گئے۔ پہلی ہی صحبت میں توحید کی حقیقت ان پر منکشف ہو گئی ـــ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کی فطرت شریف اور استعداد لطیف کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے۔ ان کو اپنے تمام منتسبین میں سب سے اچھا قرار دیتے تھے اور ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ دوسری ملاقات کے بعد طریقہ نقشبندیہ کی اجازت اپنے دستِ خاص سے لکھ کر ان کو عطا فرمائی اور رخصت کیا۔

تھوڑے ہی دنوں میں علوم صوفیا اور اس راہ کے معارف ان کے دل پر کھل گئے اور اسقدر تصانیف علم توحید و معرفت کے اندر عربی و فارسی زبان میں ان کے قلم سے نکلیں کہ اگر شیخ ابن عربیؒ اس وقت زندہ ہوتے تو تصانیف کو کام میں لا کر فرماتے "مرحبا مرحبا اے خواجہ خرد آج تم جیسا علم کا جاننے والا کوئی نہیں"

آپ نے خواجہ حسام الدین احمدؒ کی خدمت میں رہ کر مرتبہ بلند حاصل کیا۔ اپنے والد ماجد کے دوسرے خلیفہ شیخ الہٰ دادؒ سے بھی فیض حاصل کیا اور نقشبندیہ قادریہ سلسلہ کی اجازت پائی۔

خواب میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے تلقین اسرار ذات حاصل کی۔ اور بہت سے مشائخ کبار کی خدمت میں پہونچ کر ان سے بہرہ ور ہوئے۔

آغازِ شباب سے مولانا جامیؒ کی طرح شورشِ عشق سے لبریز تھے۔ مشربِ عاشقی رکھتے تھے۔ بنا بریں لوگ ان کے کمال کا انکار کرتے تھے اور وہ سب سے فارغ تھے جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فرماتے ہیں:۔

کارِ جامی عشق خوبانست، ہر سو عالمے   در پئے انکار او، او ہمچناں در کارِ خویش

اسی عالم میں احوالِ عجیبہ و اسرارِ غریبہ ان پر ظاہر ہوتے تھے (اس موقع پر صاحب اسرار یہ نے چند واقعات پیش کیے ہیں جو حیرت انگیز اور بڑے دلچسپ ہیں، میں مصلحتاً اس حصہ کو ترک کرتا ہوں۔) اسی حالتِ عشق شور انگیز میں بھی طالب پر توجہ کر کے طریقۂ نقشبندیہ میں کیفیت معہودہ تک پہونچا دیتے تھے ــــــ ان کے بہت سے مریدین مرتبہ کمال کو پہونچے ہیں۔ وہ صفتِ علم و عمل، خلق و کرم اور فقر و فنا میں اس مرتبے کو پہونچے تھے کہ بہت کم اولیا اس مرتبے کے دیکھے اور سنے گئے ہیں ــــــ وہ بحرِ احدیت و معیتِ محض میں مستغرق رہتے تھے۔ درس و تدریس ــــ افادہ علوم متداولہ اور شعر و شاعری سے شوق تھا اگرچہ شعر و شاعری ان کے دیگر کمالات و فضائل کے مقابلہ میں ایک معمولی چیز ہے ــــــ ان کے احوالِ اسرارِ باطن سے کوئی واقف نہیں ہے الّا ماشاء اللہ۔

شیخ کمال سنبھلی کا خواجہ خرد سے بیعت ہونا

لکھتے ہیں کہ میں پندرہ سال کا تھا انھوں نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۵ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ بتلائی ہے، اعظم ــــــ مادۂ تاریخ ہے) کہ پہلے پہل مسجد جامع فیروزی میں اپنے شیخ خواجہ خرد کی زیارت سے مشرف ہوا اور ان کے پیچھے میں نے نمازِ عصر ادا کی وہ اس وقت سولہ سال کے تھے ــــــ خواجہ خرد مجھ سے چار دو ذکر آٹھ ماہ عمر میں بڑے تھے ــــــ نماز کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو، میں نے حقیقت حال کو عرض کر دیا ــــــ اس وقت انھوں نے اپنی نگاہِ دلکش اور کلامِ شیریں سے میرا دل شکار کر لیا اور اپنی محبت کے دریا میں مستغرق کر دیا ــــــ اس دن کے بعد سے میری عجیب کیفیت ہو گئی

جہاں کہیں ان کو دور سے دیکھا اور از خود رفتہ ہو گیا ــــ میں ان کے جمال باکمال کا شیفتہ و فریفتہ تھا۔ رباعی میں نے ان کی شان میں کہی تھی ہے۔

زاں روز کہ در کوئے تو رہ یافتہ ام   روئے خود ز غیر بر تافتہ ام

عشاق جہاں بعبرتے قانع و بس   من صورت و معنی تو دریافتہ ام

مدتوں قرب و فراق کی کشمکش میں رہا۔ اور اس دور میں مجھے عجیب و غریب احوال ظاہر ہوتے تھے۔ امیر خسرو دہلوی کا یہ شعر ہر جگہ اور ہر مقام پر موافق حال تھا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

میرے اس حال کو جب دس سال کی طویل مدت گزر چکی تو ۱۲۰۵ھ میں بغیر کسی کی وساطت کے میں نے عجز تمام کے ساتھ تلقین ذکر طریقہ نقشبندیہ کی درخواست کی جس کو قبول فرما لیا گیا۔

چند روز کے بعد فرمایا کہ کلمہ طیبہ کو لاکھ مرتبہ پڑھا کرو میں نے ایسا ہی کیا۔ سب سے پہلا شخص جو ان کا مرید ہوا وہ میں تھا ــــ اس بات کو حضرت مرشد نے بھی کئی مرتبہ ظاہر فرمایا ہے۔

اس کے بعد سے شیخ کے حضور و غیبت میں احوال و وقائع عجیبہ کا مشاہدہ ہوا ــــ میرے شیخ مجھ سے راہ سلوک کے حقائق اور خاص باتیں بیان فرماتے رہتے تھے اگر میں چاہوں کہ ان سب کو لکھوں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی ــــ ان باتوں میں کی اکثر میں نے کتاب "جمع الجمیع" میں لکھ دی ہیں۔

ایک رات میرے پیر و مرشد بہت خوش تھے ــــ از راہ ذوق و شوق مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سراپائے طالب میں پیوست ہونی چاہیئے ــــ طالب کے ہر ہر بال میں اس کا اثر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میں ابتداء میں خود اپنے سراپا میں محسوس کرتا تھا کہ

ذکر ہر ہر بال میں اخوندیہ ہے۔

خواجہ خرد کا ایک تعزیت نامہ ۱۲ رجب ۱۰۳۹ھ بروز دوشنبہ سید کمال کے والد گرامی ایک جنگ میں شہید ہو گئے خوشاب کے علاقے میں دفن ہوئے۔ سید کمال خود بھی اس جنگ میں زخمی ہو گئے تھے ــــــ خواجہ خرد نے اس موقع پر سید کمال کو جو تعزیت نامہ لکھا ہے وہ بہت ہی موثر اور نصیحت خیز ہے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کا ترجمہ بھی پیش کر دوں ــــــ لکھتے ہیں۔

خدا است آنکہ مراد است جاوداں جامی　　　واما سواہ خیال است زخرف و باطل

اللہ تعالیٰ بلاؤں پر صبر اور نعمتوں پر شکر نصیب کرے ــــــ صبر بلا پر یہ ہے کہ بلا کو "اس" کی طرف سے جانے اور خود کو جزع و فزع سے فارغ رکھے۔ بلکہ بلا سے راضی ہو، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، شدید ترین بلا انبیاء پر آتی ہے اسکے بعد اولیاء پر اس کے بعد درجہ بدرجہ۔

اگرچہ سیادت پناہی تمھارے والد ماجد کے انتقال میں ایک مصیبت عظیمہ مضمر ہے۔ لیکن کیا کیا جائے اب تو دعا سے ان کی مدد کرو کہ یہ غم واندوہ سے بہتر ہے ــــــ اور تمام کاموں میں خدا پر نظر رکھ کر خوشحال رہو ــــ تم کو چاہیے کہ کام خدا پر رکھو ــــــ اس کے بعد جو بھی وہ عطا کرے ــــــ ہمیشہ جناب کبریائی میں اس امر کے ملتجی رہو کہ حق سبحانہ اپنے کرم خاص سے ہر چیز جو اس کی محبت کے علاوہ ہے، آزاد رکھے اور اپنا گرفتار بنا کر ایسا کرلے کہ تم میں اپنا کوئی نام ونشان نہ رہے ــــــ اگر دیکھو تو اس کو دیکھو اور ڈھونڈو، تو اسکو ڈھونڈو جس لباس میں بھی رہو اس بات کی کوشش کرو کہ دل سے غیر کا تعلق اٹھ جائے کیوں کہ اس تجارت کا راس المال یہی ہے، باقی کمالات و "مقامات" اگر ہوں تو فبہا ورنہ چنداں ضروری نہیں...... مضطرب نہ ہونا اور سررشتہ صبر کو ہاتھ سے نہ دینا۔

تم کو چاہیے کہ اس کا خیال رکھو کہ کوئی امر بھی ایسا واقع و سرزد نہ ہو کہ شرع محمدی اسکی

مانع ہے ـــــ جو چیز قبر میں کام آئے گی وہ تو یہ ہے اور باقی جو رکھتے ہو اگر وہ مخالف نہیں ہے تو نفع ہے اور اگر مخالف ہے تو زیاں ہے ـــــ اگر کر سکتے ہو تو نماز شب پڑھا کرو جس کو نماز تہجد کہتے ہیں ـــــ ایا کرو کہ دل سے متوجہ رہو اسی طرح کہ دل کو ایک مکان تصور کرو اور محبوب حقیقی کو اس مکان کے اندر اور خود کو ایسا سمجھو گویا کہ مکان کے دروازہ پر منتظر محبوب بیٹھے ہو ـــــ اس حقیقت کا ذکر میں تصور کرنا چاہیئے تاکہ نظر اپنے سے باہر نہ پڑے محبوب کو اپنے اندر ڈھونڈھو نہ کہ اپنے سے باہر، جو کچھ طلب کرو دل پر پیش کرو تاکہ جمعیت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

خصوصیات :۔ اُن کی چند خصوصیات یہ ہیں :۔

(۱) اگر عوام میں سے کوئی ان کے بارے میں زبان طعن کھولتا ہے اور وہ اس کو سُن لیتے ہیں تو تہمت کو اپنے سر پہ لے کر اس شخص کو بُرا نہیں کہتے بلکہ اس کو اچھا بتلاتے ہیں۔

(۲) اگر کوئی شخص ان سے کوئی چیز مانگ لے جاتا ہے تو اس چیز کو طلب نہیں کرتے، لوگ بہت سی کتب متداولہ عاریتہ لے جاتے ہیں اگر واپس لے آئے تو خوش اور نہ لائے تو اس سے زیادہ خوش۔

(۳) آشنا و بیگانہ کے ساتھ یکساں سلوک ہے۔

(۴) ان کے احباب میں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ مجھ ہی سے ان کا زیادہ تعلق ہو خلق محمدی کو استعمال کرتے ہیں۔

(۵) ایک دن میں ان کے ساتھ تھا پیدل بازار میں چل رہے تھے سخت گرمی اور لُو کا زمانہ تھا، ایک قلندر نے ان سے ان کی جوتیاں مانگیں آپنے فوراً اپنی جوتیاں پاؤں سے نکال کر اس کو دے دیں۔

(۶) ایک دن بازار میں بیٹھے تھے ایک پیاسے بھیڑے کو اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا۔

(۷) ایک دن ایک ناواقف شخص آیا اور ان سے ان کی قبا طلب کی بے تامل اپنے جسم سے

اتار کر قبا اس کو دے دی۔

(۸) ایک شخص آپ کی کتابوں میں سے ایک بہترین حمائل چرا کر لے گیا میں نے ازراہ تاسف اس کا تجسس کیا، آپ نے فرمایا کہ افسوس مجھے ہونا چاہیئے تھا تم کو کیا؟

ایک مرتبہ کچھ کتابیں نفحات الانس، بحر الحقائق وغیرہ جو صحیح ترین نسخے تھے، ایک کارواں سرائے میں بھول کر رہ گئیں ہمیں خدمت کے لیے آپ کے ہمراہ تھا میں نے چاہا بھی کہ واپس جا کر تلاش کر دوں لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تلاش کرانے کی کیا ضرورت ہے جو چیز آئی آگئی ـــــ چلی گئی چلی گئی ـــــ میرا مشرب و طریقہ تو یہی ہے۔ کسی چیز کی اہمیت ان کے نزدیک نہیں ہے، کسی چیز کے آجانے یا چلے جانے سے ان کو کوئی شادی و غم نہیں ہوتا۔

(۹) مولانا جامی نے اپنے پیر خواجہ عبید اللہ احرار کی تعریف میں (یوسف زلیخا کے اندر) جو کچھ لکھا ہے وہ آج میرے شیخ پر صادق آرہا ہے۔

زد بجہاں نوبت شاہنشہی   کوکبۂ فقر عبید اللہی

آنکہ ز حریت فقر آگہ است   خواجۂ مخدوم عبید اللہ است

بادشاہ صاحبقراں (شاہجہاں) آپ کو زمرۂ فقراء و عرفا میں شمار کرتے ہیں اور خواہش کر کے ان سے ملاقات کرتے ہیں اور انتہائی اعزاز و اکرام بجا لاتے ہیں آپ اس اعزاز و اکرام کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ـــــ غریبوں اور کم حیثیت لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔

بے تقیدی اور آزاد مزاجی کی وجہ سے نہ تو کوئی میرے شیخ کو کرامات کی حیثیت سے سراہتا ہے اور نہ ہی کوئی ان کو "مقامات" سے آشنا جانتا ہے ـــ میرے شیخ کے نزدیک "کرامت" ایک کمترین پونجی ہے ـــ میرا شیخ "حال" و "مقام" کا امام ہے۔ (فی زماننا) گروہ صوفیاء کا پیشوا ہے۔ ان کے وجود گرامی سے خود تصوف کو فخر ہے ـــ حقائق و معارف کو ان کی ذات ستودہ صفات سے شرف حاصل ہے۔ امر معرفت میں ان کو اتنی بلندی نصیب

ہوئی ہے کہ بس اللہ تعالیٰ ہی اس سے واقف ہے۔ میں نے ان کی شان میں کئی سال ہوئے ایک قصیدہ کہا ہے اس کے تمام مضامین صحیح و درست اور مطابق واقعہ ہیں۔ اس کے دو شعر یہ ہیں۔

خواجہ خردی بصورت لیک با معنی بزرگ　　جمع کردی صورت و معنی در این دہر......؟

نے بری جامی بعلم و حال و ام و زنہ از کمال　　خواجہ احراری و فرد اتوی خود نقشبند

خواجہ خردؒ کے چند مقالات :- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے بعد خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں تین سو ساٹھ بت دیکھے ایک چھڑی دستِ مبارک میں تھی اس سے ان بتوں کو گراتے اور زبانِ مبارک سے "جاء الحق وزھق الباطل" فرماتے جاتے ——— طالب کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل کو کعبۂ حقیقی تصور کرے، کیوں کہ دل تمام عبادات معنوی کا قبلہ ہے اور اس کعبۂ حقیقی کے گرداگرد ہوا وہوس کے اصنام بڑی تعداد میں محیط و متصرف ہوگئے ہیں پس طالب ان کلمات قرآنیہ کو دل کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے ——— پہلے نیت متابعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نیت تلاوت قرآنی کرے بعدہٗ داہنی طرف سے بجانب دل پڑھے جاء الحق ——— پھر جانب دل سے بائیں طرف کو کہے وزھق الباطل پہلی مرتبہ میں اپنے دل میں ظہور حقیقی کا دھیان کرے دوسری مرتبہ میں یہ تصور کرے کہ غیر مقصود حقیقی دل سے نکل رہا ہے ——— اور اس کی خوب مشق کرے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کامیاب ہوگا، یہ طریقہ مجھ کو بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا مدتوں سے میرے دل میں چھپا ہوا تھا آج کہ ۱۵ شعبان ۱۳۸۵ھ ہے اس کو صفحۂ قرطاس پر لانے کی توفیق ہوئی۔

(۲) جاننا چاہیے کہ شریعت صورتِ حقیقت ہے اور حقیقت معنیٔ شریعت ——— صورت معنی سے اور معنی صورت سے جدا نہیں ہوتے ——— معنی کم سمجھنا بے توسط صورت مستحیل ہے اور صورت پر اکتفا کرنا اور معنی سے جو کہ مقصودِ صورت ہے غافل ہونا صریح نقصان کی بات ہے، اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

مصرعہ ——— درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

(۳) وہ لوگ جو مسلوب العقل ہوتے ہیں دو قسم کے ہیں ایک مجذوب دوسرے مجنون:
مجنون حیوانات سے ملحق ہیں جو کچھ حیوانات کو معلوم ہوتا ہے ان کو بھی معلوم ہوتا ہے ———
مجنونوں کے پاس نہ جانا چاہیے کیوں کہ ان کو علم ہوجاتا ہے ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی بات ظاہر کردیں جس کو ظاہر نہ کرنا چاہئے تھا۔ اہل ارشاد وسلوک کے پاس جانا چاہئے ان پر بھی چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں لیکن وہ اہل تمکین ہوتے ہیں جو باتیں اللہ تعالیٰ پوشیدہ رکھتے ہیں وہ بھی پوشیدہ رکھتے ہیں کسی کا عیب ظاہر نہیں کرتے ہاں ضرورت کے وقت ظاہر کردیتے ہیں۔

(۴) فرمایا ——— کہ میں مبادی "حالات" میں سیر کو جایا کرتا تھا برسر راہ ایک نداف بیٹھتا تھا لوگ اس کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے تھے اور اس کو غوث بتلاتے تھے ——— اسکے کوچہ میں جب میرا گذر ہوتا تھا وہ مجھ کو دعا دیا کرتا تھا۔

(۵) فرمایا قرب دو قسم کا ہے ایک یہ کہ عبد ظاہر ہو اور حق باطن چنانچہ حدیث قدسی میں بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق آیا ہے، اس قرب کو قرب نوافل کہا جاتا ہے۔
دوسرا قسم یہ ہے کہ حق ظاہر ہو اور بندہ باطن ومستہلک ـ ان اللہ ینطق علی لسان عمر اس میں دوسری قسم کے قرب کی جانب اشارہ ہے اس قرب کا نام قرب فرائض ہے۔

(۶) فرمایا کہ لوگوں کو بیماری میں جو اضطراب ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اطلاق کی جانب ان کی توجہ نہیں ہوتی علاوہ ازیں عالم کون ومکاں (عالم فانی) سے انقطاع کلی نہیں ہوتا۔ اگر اس عالم سے پورا انقطاع اور بے تعلقی ہو تو بیماری اور موت میں راحت ہی راحت ہے۔

(۷) فرمایا ——— کہ ایک عزیز نے مجھ سے کہا کہ "حدوث عالم" پر قرآن وحدیث سے بھی کچھ دلائل ہیں؟ میں نے کہا اس حدیث میں "کان اللہ ولم یکن معہ شئی" حدوث عالم کی طرف اشارہ ہے دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ "این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق" ـ

آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ "کان فی عماء" الخ ۔ یہ بھی حدوث عالم پر دال ہے۔

(۸) فرمایا کہ درویش طالب حق کو چاہیئے کہ جب تنگی معیشت اور احتیاج کا غلبہ ہو۔ اہل دنیا میں سے کسی کے پاس نہ جائے اور ترک آمد ورفت کر دے۔

(۹) فرمایا کہ گناہ سے توبہ کر اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کر ــــ اسباب پر بھروسہ نہ کر اور جو کچھ غیب سے پہونچے اس پر قانع ہوجا۔ ــــ لوگوں سے بچ کر گوشہ گیر ہو اور ذکر و توجہ میں مشغول ہو اور اس پر ڈٹا رہ پھر محبوب حقیقی کا منتظر ہو ــــ اور اس کے ہر فعل و صفت پر راضی رہ ــــ

(۱۰) فرمایا ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "یھرم ابن آدم ویشب منہ اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر" ــــ یعنی ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے لیکن اسکی مالی حرص اور طول امل یہ دو صفتیں جوان ہوتی جاتی ہیں ــــ اس ارشاد مبارک سے بظاہر لازم آتا ہے کہ اولیاء حق بھی ان دو صفتوں سے خالی نہ ہوں ــــ اور یہ بات مشکل ہے حل اس مشکل کا جو میرے خیال میں آیا ہے یہ ہے کہ ان دونوں صفتوں کا شباب تقاضا کرتا ہے اس امر کا کہ یہ دونوں صفتیں جوانی کے زمانے میں موجود ہوں اگر کوئی جوانی کے زمانے میں ان دونوں صفتوں کو اپنے اندر سے رفع کر دے تو پھر ان کا شباب کہاں سے ہوگا (لہٰذا ہر شخص کے بارے میں یہ ارشاد نہیں ہے بلکہ اس سے اللہ کے خاص بندے مستثنیٰ بھی ہوں گے) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ تیولد و یحدث فیہ اثنان ــــ تو البتہ اشکال ہوتا کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بڑھاپے میں یہ صفتیں پیدا ہوجاتی ہیں ــــ (خواہ جوانی میں ہوں یا نہ ہوں)۔

کرامات وخرق عادات :- (۱) حافظ مہر علی جو کہ حضرت خواجہ خرد کے متوسلین میں سے تھے سفر میں گئے تھے۔ سنبھل میں جا کر سنا کہ فلاں جنگل میں قطاع الطریق ہیں ــــ حافظ صاحب

بہت فکرمند ہوئے اور آگے جانے کا ارادہ فسخ کر دیا رات کو خواب میں حضرت خواجہ خرد کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں "جہاں کا قصد رکھتے ہو بے خوف و خطر جاؤ۔" خطرناک جگہ میں ایک سوار تیر و کمان لیے ہوئے بائیں طرف سے آتا ہوا تم کو ملے گا اور سلامتی کے ساتھ تم کو نکال دے گا چناں چہ ایسا ہی ہوا اور حافظ صاحب سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہونچ گئے۔

(۲) شیخ نظام الدین بیان کرتے ہیں کہ میں خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر تھا شہر دہلی کے ایک بزرگ زادہ نے خواجہ کو رقعہ لکھا کہ آپ منظور فرمالیں تو ایک سبق عربی کا آپ سے پڑھنا شروع کر دوں آپ نے اس رقعہ کے حاشیے پر یہ لکھ دیا کہ نصف ماہ رمضان تک توقف کیجئے ـــــ اس کے بعد جو کچھ ہو گا، دیکھا جائے گا ـــــ یہ اوائل رمضان کی بات ہے ـــــ اس لڑکے نے لکھا کہ نصف رمضان کی شرط کس لیے ہے؟ جواب دیا کہ اسی طرح میرے دل میں آیا ہے۔ آخرالامر ۱۴ رمضان ۱۰۰۸ھ کو وہ جوان دنیا سے رخصت ہو گیا[۱]

(۳) خواجہ سلام اللہ پسر خواجہ خردؒ نے بیان کیا کہ میں والد ماجد کے ساتھ دوسری مرتبہ جب لاہور گیا تو سخت بیمار ہو گیا ـــ اور میرے اوپر موت کے آثار نمایاں ہو گئے، خواجہ کلمۃ اللہ (یا حکمت اللہ) میرے بھائی اس حال کو دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اسی اثنا میں والد ماجد

---

[۱] اصل واقعہ تو اس طرح ہے۔ لیکن مرور ایام اور اثر زمانہ نے اس واقعہ کی یہ شکل کر دی جس طرح مولف مزارات اولیاء دہلی نے ذکر خواجہ خردؒ میں بیان کیا ہے۔

"لکھا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ توجہ فرمائیں کہ تحصیل علم سے فراغت ہو جائے آپ نے فرمایا کہ جواب دوں گا۔ پھر آپ نے گھر آ کر ایک آدمی کے ہاتھ رقعہ لکھ کر بھیجا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ تمام علوم سے فراغت ہو گی وہ سن کر متعجب ہوا دوسرے دن سویا کا سویا رہ گیا اور روح پرواز کر گئی۔" صفحہ

باہر سے تشریف لے آئے اور میرے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھا ـــــ ان کا پڑھنا تھا کہ میں اسی وقت اٹھ کر بیٹھ گیا اور صحت ہو گئی۔

(۴) (مولانا) سید غلام محمد امروہوی (جو کہ حضرت خواجہ خرد کے خاص شاگرد اور مرید ہیں۔) فرماتے ہیں کہ میرا چھوٹا بھائی سید وصال محمد بیمار ہوا ـــــ دہلی کے حاذق طبیبوں نے ہر چند اس کا علاج کیا سود مند نہ ہوا ـــــ آخر کار تمام اطباء نے اس کی طرف سے توجہ ہٹالی اور اس کے مرض کو آخری مرض تصور کر لیا ـــــ جب ہم سب اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے تو ناگاہ ایک دن حضرت خواجہ خردؒ تشریف لائے اور مریض کی عیادت فرمائی ـــــ میں نے مریض کی تمام کیفیت الحاح وزاری کے ساتھ ان کے سامنے بیان کی ـــــ تھوڑی دیر خواجہ صاحبؒ مراقب ہوئے بعدہٗ فرمایا کہ اس کو گرم پانی پلاؤ اچھا ہو جائے گا ـــــ ان کے فرمانے کے مطابق اس کو گرم پانی پلایا گیا بالآخر مرض میں تخفیف ہو گئی اور وہ تیسرے دن بالکل اچھا ہو گیا۔

(۵) سید کمال سنبھلی خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ کی خانقاہ میں بیمار پڑ گیا۔ شیخ روزانہ چار پانچ مرتبہ آکر دیکھتے تھے ـــــ اور میں ہر مرتبہ ان کے آنے پر کھڑا ہو جاتا تھا ایک رات مرض کی شدت میں میں نے بے تکی باتیں کرنی شروع کر دیں ـــــ جب کچھ ہوش آیا تو میں نے دل میں کہا کہ شیخ کو بلا کر عرض کروں گا ـــــ سرکار! ـــــ عمرت دراز باد ـــــ وہ زمیں جو آپ نے اپنے مدفون ہونے کے لیے تجویز کر رکھی ہے ـــــ جب میں مر جاؤں تو اس کے پائیں مجھے دفن کرنا ـــــ جب صبح ہوئی اور حضرت شیخ میرے پاس تشریف لائے ایک خاص توجہ فرمائی فی الفور مرض کافور ہو گیا اور میں تندرست ہو گیا۔

ایک مقام پر سید کمالؒ نے لکھا ہے کہ یہ تمام باتیں جو حضرت خواجہ خرد کے تذکرے میں لکھی گئی ہیں کچھ تو خود کی دیکھی اور سنی ہوئی ہیں اور کچھ دوسروں کی زبانی ہیں اور کچھ باتیں حضرت کی تصنیفات و تحریرات سے اقتباس کر کے لکھ دی ہیں اور یہ بہت تھوڑی سی باتیں ہیں تفصیل

تو تفصیل اگر اجمال کے ساتھ بھی سب باتیں لکھوں تو کتاب بہت طویل ہو جائے ــــ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ایک علیحدہ دفتر میں تفصیل کے ساتھ سب باتیں لکھ سکوں گا۔

حضرت خواجہ خرد کی سنبھل میں آمد :- سید کمالؒ لکھتے ہیں کہ ــــ ۱۰۶۳ھ میں ایک مانع قوی کی بنا پر اپنے شیخ کی خدمت میں میری حاضری نہ ہو سکی تھی ــــ اس لیے از راہِ لطف و کرم اس سال ۱۱ ربیع الآخر کو وہ خود ہی سنبھل تشریف لائے اور مجھ کو اپنی مہربانی سے نوازا۔

ع ــــ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

ایک ماہ اور ایک دن غریب خانے پر قیام فرمایا پھر دہلی کو روانہ ہو گئے۔ میں حسن پور تک ان کے ہمراہ گیا ــــ جس وقت میں اپنے شیخ سے جدا ہوا تو ایک گریۂ بے اختیارانہ میرے اوپر طاری تھا حتیٰ کہ آواز بھرا گئی تھی بولا نہ جاتا تھا بعد کو اس "غیر معہود" گریے کا راز معلوم ہوا کہ شیخ سے یہ آخری ملاقات تھی۔

مرض و وفات :- ۱۰۷۴ھ میں شیخ کو کئی امراض لاحق ہو گئے تھے باوجود اس کے وہ طالبین کے افادے میں برابر مشغول و متوجہ رہتے تھے ــــ اس عرصے میں وہ بار بار فرماتے تھے کہ اب میں عنقریب دنیا سے جانے والا ہوں ــــ سننے والے اس بات کو سن کر مضطرب ہوتے تھے تو ان کو تسلی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں یہ باتیں تم کو صبر و رضا کی طرف رہنمائی کرنے کے واسطے کہتا ہوں ــــ تم اپنے دل کو سراسیمہ و پریشان نہ کرو۔

ایک صبح کو اپنے صاحبزادوں کو طلب کیا خواجہ غلام بہاءالدین (پسر خواجہ خردؒ) نزدیک ہی تھے۔ وہ جلدی حاضر ہو گئے ــــ ان سے فرمایا میرے سامنے آؤ ــــ اس کے بعد ارشاد فرمایا ــــ مجھ کو جو کچھ خواجہ بزرگؒ (خواجہ باقی باللہ) حضرت شیخ احمد سرہندیؒ حضرت شیخ حسام الدین احمد اور حضرت شیخ الہدادؒ سے پہنچا ہے میں نے تم کو

دیا ــــ صاحبزادے نے عرض کیا میں آپ پہ تصدق آپ کیا فرما رہے ہیں ــــ فرمایا ـ قبول کرو ـ یہ سن کر وہ آداب تعظیم بجا لائے اور کہا جو کچھ آپ فرما رہے ہیں میں نے اس کو قبول کیا۔

اسی وقت کاتب حروف کو بھی یاد فرمایا ــــ اور یوں فرمایا کہ ہم اس سے راضی ہیں اس سے آج تک کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی جو ناراضگی کا باعث ہوئی پھر فرمایا کہ وہ (سید کمال سنبھلی) ہمارے دنیا سے سدھارنے کے بعد دہلی آئے گا۔

سید کمال فرماتے ہیں کہ اسی زمانے میں تین رات متواتر میں نے سنبھل میں خواب کے اندر اپنے شیخ کو دیکھا کہ وہ آئے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ مطمئن رہنا ـ تم سے کچھ کام لینا ہے ۔ سلسلۂ طریقت کی ضروری باتیں بھی خواب میں بتلائیں ــــ حالِ حیات میں بھی وہ مجھ سے فرما چکے تھے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو یہ یہ کام عمل میں لائے گا ــــ میں یہ سن کر کہا کرتا تھا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے مروں اور وہ زمین جو آپ نے خود اپنے لیے سوچ رکھی ہے اس کے قریب مجھے دفن کر دیا جائے۔

خواجہ خردؒ آخر میں دو دن گھر سے باہر نہیں نکلے اور ان دنوں میں اپنے گھر والوں سے وصیتیں فرماتے رہے ــــ کلمات مسنونہ مثل آمنت باللہ وغیر ذلک ، کلمۂ طیبہ اور اسم ذات زبان پر جاری رکھتے تھے آخری دن صبح کے وقت گھر والوں سے فرمایا کہ خوب بہت سا کھانا پکا کر فقراء کو تقسیم کرو جب کھانا تقسیم کر دیا گیا تو تین مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھا اور گدڑی سر پر ڈال لی اور فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ حاضرین نے جانا کہ آرام و استراحت فرمائیں گے ــــ جب ایک لمحے کے بعد دیکھا واصل بحق ہو چکے تھے ــــ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ ــــ خواجہ بزرگ کی قبر مبارک کے قریب مغرب کی جانب دفن کیا گیا۔

وصال کی تاریخ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۳ھ بدھ کا دن ہے ان کی عمر ترسٹھ سال دس مہینے اور انیسؔ دن کی ہوئی۔

جب یہ روح فرسا خبر سنبھل پہونچی تو میں ایک دن دیوانہ وار مسلوب العقل ہو کر پڑا رہا اور یہ ماجرا بہت طویل ہے ــــ پہلی رات کو میرے بیٹے عبدالوالی نے خواب میں دیکھا کہ میرے شیخ اس باغیچے میں جس میں ایک ماہ ایک روز قیام فرمایا تھا خواجہ نقشبندؒ کی صورت میں لباس فاخرہ زیب تن کیے کھڑے ہیں پھر دیکھا کہ وہ یکایک خواجہ باقی باللہؒ کی شکل میں نمودار ہو گئے بعدہٗ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوئے ــــ اور وصایا و معارف بیان فرمائے ــــ

کاتب حروف جب بعد وصال شیخ مرقد منور کی زیارت کے لیے دہلی گیا اور قبر مبارک کے نزدیک بیٹھا عجب کیفیت محسوس ہوئی ــــ اپنے آپ کو فانی مطلق پا رہا تھا ــــ اور اپنے شیخ کی صورت زیبا کو بشاشت تمام کے ساتھ (عالم مراقبہ میں) دیکھ رہا تھا ــــ پھر سنبھل آ گیا ــــ اس کے بعد بھی بہت سی راتوں میں اپنے شیخ کو خواب کے اندر دیکھا اُسی لطف و عنایت کے ساتھ جو حالت حیات میں میرے اُوپر فرمایا کرتے تھے خواب میں بھی پیش آئے ــــ اُن خوابوں کی تفصیل لمبی ہے۔

بعض حضرات نے حضرت خواجہ خردؒ کی تاریخ یہ نکالی ہے

بہ نقشبند ثانی
ــــــــــــــــ
سنہ ۱۰۷۴ھ

اس فقیر اسید کمال سنبھلی نے یہ دو مادے نکالے ہیں۔ خواجہ عارف باللہ | شیخ محی الدین بود
ــــــــــــــــ
سنہ ۱۰۷۴ھ | سنہ ۱۰۷۴ھ

بزمِ خواجہ خُردؒ کی ایک جھلک

ایک نادر نسخۂ ملفوظات

کا

انتخاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ خردؒ کے مختصر حالات یہ ہیں

خواجہ عبید اللہ نام۔ خواجہ خرد لقب حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

خواجہ خردؒ اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ درویش، بڑے زبردست عالم و فاضل اور یگانۂ روزگار جامع معقول و منقول بزرگ تھے سید کمال سنبھلیؒ آپ کے مرید خاص تھے۔ انھوں نے اسراریہ میں آپ کے احوال و اقوال تفصیل سے لکھے ہیں ــــــــ میں خواجہ خردؒ اور ان کے بڑے بھائی خواجہ عبداللہؒ معروف بخواجہ کلاں کے حالات و سوانح پر مستقل تفصیلی مقالہ لکھ چکا ہوں۔ (جو اس مجموعہ میں شامل ہے۔)

میں دسمبر ۱۹۶۹ء میں حیدرآباد دکن گیا تھا۔ وہاں کتب خانۂ آصفیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں ایک نادر قلمی رسالہ "ملفوظات خواجہ خردؒ" کے نام سے نظر سے گزرا جس کے مرتب سلام اللہ دہلویؒ ہیں۔ "اسراریہ" سے معلوم ہوا کہ خواجہ سلام اللہ حضرت خواجہ خرد کے ایک صاحبزادے کا نام ہے۔ میں نے ان ملفوظات میں سے اکثر ملفوظات نقل کر لیے تھے، اُن کا انتخاب و ترجمہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ آئیے اب آپ براہِ راست خواجہ خردؒ کی محفل میں چلیے سنیئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

فرمایا۔ ہمارے نزدیک، گناہوں میں بدترین گناہ، طلب دنیا ہے۔ اور بہترین کام ترک دنیا ہے۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو "حُبُّ الدنیا راس کلِّ خطیئۃ" (دنیا کی طلب و محبت، تمام خطاؤں اور گناہوں کی جڑ ہے۔

فرمایا ــــ جو کوئی طالب دنیا ہے اس کی دین و دنیا میں کچھ عزت آبرو نہیں۔ بعد ازاں فقیر (سلام اللہ دہلویؒ) کی طرف مخاطب ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی ــــ وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ

فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (زمین پر جو جاندار بھی ہے اُس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے)۔

فرمایا۔ ایک درویش نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ بات کہے کہ جو شخص دنیا میں کوشش و سعی کرتا ہے وہ فراغت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور جو کوشش نہیں کرتا وہ فقر و فاقہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ بہت سے آدمی، دنیا کو طلب کرتے ہیں، اور رات دن انتہائی کوشش میں لگے رہتے ہیں مگر اُس کوشش کا کچھ بھی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ اور بہت ایسے ہیں جو گوشہ نشین ہیں مگر اُن کو ہر چیز دنیا کی (نعمتوں میں سے) حاصل ہے اور دربارۂ معیشت ان کو کوئی تکلیف نہیں پھر یہ شعر پڑھا ؎

قناعت، تونگر کند مرد را
خبر دہ حریص جہاں گرد را

(قناعت، انسان کو غنی و تونگر کر دیتی ہے۔ دنیا جہان میں روزی کے لیے لئے مارے پھرنے والے حریص کو اس حقیقت سے آگاہ کر دو)۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ اگر کوئی کہے کہ طلبِ دنیا اور اسکے حصول میں کوشش مُرادِ الٰہی ہے۔ یہ وسوسۂ شیطانی ہے اِس وسوسے کو استغفار اور تعوّذ سے دفع کرنا چاہیے.....

خواجہ سلام اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت قبلہ گاہی (والد ماجد) کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کثرتِ عیال نیز معیشت کی تنگی کے سلسلے میں نالہ و فریاد کرنے لگا۔ اس موقع پر فرمایا۔ ہمارے احباب اس بات کا یقین رکھیں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ حیّ و قیوم ہے اور ہر ایک رزق اپنے اپنے وقت پہ رکھا ہے پس (بے ضرورت سعی و اضطراب سے کوئی فائدہ نہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ عَدُوٌّ لَّکُمْ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد (اگر توجہ الی الحق سے تم کو غافل کرتے ہیں تو تمہارے دشمن ہیں)۔

ے حاشیہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

فرمایا ــــ ایک مجذوب ہمیشہ اس طرح رہتے تھے گویا سو رہے ہیں، کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور اکثر زمین پر پڑے رہتے تھے۔ شاہ شجاع کرانی نے اُن کی زیارت کا قصد کیا۔ وہ جب اُن کی خدمت میں پہونچے تو انہوں نے سر اُٹھا کر کہا۔ سو جاتا کہ ہم بھی سو جائیں۔ حضرت ولی نعمتی (والد ماجد) نے یہ حکایت (میری موجودگی میں) اُس وقت بیان فرمائی جبکہ وہ ایک روز چاہتے تھے کہ سوئیں ــــ بعدہٗ میری طرف رُخ مبارک کر کے فرمایا۔ سو جاتا کہ ہم بھی سو جائیں ــــ ساتھ ہی ساتھ۔ فرمایا اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ تو کبھی متوجہ ذاتِ الٰہی ہو جا ہم بھی متوجہ ذات الٰہی ہو جائیں ــــ

فرمایا ــــ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ (تنازُع فعلان کی وجہ سے) نحویوں کے درمیان (ایک مشہور) اختلاف ہے۔ اہلِ کوفہ فعل اوّل کو عمل دیتے ہیں اور اہلِ بصرہ، فعل ثانی کو ــــ پہلا قول (یعنی کوفیوں کا قول) حسن و اولیٰ ہے ــــ بعد ازاں فرمایا کہ روحیں عالم ارواح میں (قطعی طور پر) تصرف الٰہی کی پابند تھیں۔ جب ارواح، اجسام سے متعلق ہوئیں تو اجسام نے ان میں تصرف کر کے اپنے اندر گرفتار کر لیا پس حق بمنزلہ عاملِ اوّل کے ہے اور عالمِ کون، بمنزلہ عامل ثانی کے ــــ بہتر یہی ہے کہ عاملِ اوّل کا عمل برقرار رکھا جائے یعنی حق تعالیٰ کو پورا پورا عامل اور متصرف مانیں۔

فرمایا ــــ ریاکاری کے ساتھ جو عبادت کی جائے گی۔ اگرچہ ایسی عبادت کرنے سے فرض کی ادائیگی ہو جائے گی۔ مگر اُس عبادت پر (آخرت کے اجر کے لحاظ سے) کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور وہ معصیت جو ندامت پر لے آئے اور پشیمان کر دے اس کا ثمرہ (آخرت کے لحاظ سے) خیر و خوبی ہے

(حاشیہ ۱۹) آیت کے الفاظ میں ملفوظات کے ناقل کاتب سے یا خود صاحب ملفوظات علیہ الرحمہ سے غالباً سہو ہو گیا ہے۔ سورۂ انفال اور سورۂ تغابن دونوں میں آیت کے الفاظ یہ ہیں " اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ "۔ اور سورۂ تغابن میں دوسری ایک آیت اس طرح ہے۔ " اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ " ــــ (ادارہ)

ایک موقع پر یہ دو شعر پڑھے۔

آدم زخاک بود ولے خلق نیک داشت
در محفل ملائیک، مقامش عظیم بود

ابلیس بدخصال اگرچہ زنار بود
نامش زکبر و عجب لعین و رجیم بود

(یعنی آدم علیہ السلام اگرچہ خاک سے بنے ہوئے تھے مگر چونکہ اخلاقِ محمودہ رکھتے تھے اس لیے محفل ملائکہ میں ان کا بہت اونچا مقام تھا ــــ اور ابلیس بدبخت اگرچہ آگ سے پیدا شدہ تھا مگر اپنے غرور تکبر کی وجہ سے ملعون و راندۂ درگاہ ہو گیا) ـــ صاحبزادۂ گرامی قدر خواجہ سلام اللہ دہلوی فرماتے ہیں ـــ ایک روز خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرتِ والا پر عجیب بسط و انبساط کی کیفیت طاری تھی جس کی وجہ سے تمام محفل کیف و سرور سے بھری ہوئی تھی اور حاضرین میں سے کوئی ایسا نہ تھا، جو اُس وقت، برکتِ صحبت کے اثر سے ایک ذوق اور ایک وجد اپنے اندر محسوس نہ کر رہا ہو مجھے سامنے بلا کر ایک نگاہِ خاص میری طرف ڈالی۔ اُس وقت ایک ایسی زبردست کیفیت پیدا ہوئی جس کو بیان نہیں کر سکتا۔ اور یہ شعر حضرت والا نے پڑھا ؎

دور بینانِ بارگاہِ الست
بیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

یعنی بارگاہِ الست کو دور سے دیکھنے والوں نے یہ پتہ تو چلا لیا ہے کہ وہ ہے اس سے زیادہ سراغ نہ لگا سکے۔

فرمایا ــــ شریعت میں جو کچھ ہے سب حق ہے اور جو کچھ صوفیہ محققین نے فرمایا وہ بھی حق ہے۔

فرمایا ــــ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے بعد کوئی شخص (اس سلسلے میں) حضرت خواجہ بزرگؒ (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ) کے مثل نہیں ہوا۔

فرمایا ــــ وہم سے علم تک پہونچنا مشکل ہے اور علم سے وحدت کا پتہ چلانا اس سے زیادہ مشکل ہے۔

فرمایا ـــ جب میں بارہ یا تیرہ سال کا تھا حضرت مخدومی ارشاد پناہی میاں شیخ الہداد نے ـــ جو کہ خلفائے حضرت والد ماجد سے تھے ـــ بغیر کسی طلب کے مجھے ذکر تلقین فرمایا۔ اسی عمر میں میاں شیخ الہداد کی توجہ کی برکت سے میرے اندر آثار جمعیت ظاہر ہوگئے۔ اس کے بعد جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات دیکھے تو ان کی خدمت میں پہونچنے کا اشتیاق ہو گیا۔ جب میں سرہند کی طرف روانہ ہوا تو حضرت مجددؒ کو ہر منزل پر خواب میں دیکھتا تھا۔ وہ عالم خواب میں بڑی مہربانیاں فرماتے تھے۔ جب شہر سرہند میں داخل ہوا تو کیفیت قلبی نے غلبہ کیا اور جب مشرف دیدار سے مشرف ہوا تو ایک عجیب کیف حاصل ہوا۔

فرمایا ـــ خدمت حضرت مجددؒ میں بعد از کشوف صوریہ ـ اوّل چیز جو ظاہر ہوئی، وہ توحید تھی ـــ توحید میں مراتب و درجات بہت ہیں۔ بطفیل حضرت ایشاں، اکثر مراتب توحید واضح ہوئے۔

فرمایا ـــ اس راہ طریقت کا اوّل، توبہ ہے اور آخر، تجلیٔ ذاتی برقی۔

فرمایا ـــ نعمتہائے الٰہی میں سے ہر نعمت پر شکر واجب ہے۔ کوئی بھی نعمت ہو ـــ لیکن دل، دنیا سے نہ لگانا چاہیے ـــ پھر یہ شعر پڑھا ؎

تعلق، حجابست و بے حاصلی   چو پیوندہا بگسلی واصلی

یعنی دنیا سے دل لگانا حصول مقصد میں ایک رکاوٹ ہے اور محرومی کی بات ہے۔ جب تو تمام بندھنوں کو توڑے گا تب واصل ہوگا) ـــ

خدمت اقدس میں ایک درویش نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں اہل دولت نے اہل سلسلۂ نقشبندیہ کی شان میں بے ادبی کی ہے فرمایا کہ یہ حرکت اس رئیس کے زوال کی علامت ہے۔

فرمایا ـــ ایک رات میں نے حضرت خواجہ بزرگؒ (حضرت خواجہ باقی باللہؒ) کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے بیٹھا ہوں اور آپ بالتفات تمام فرما رہے ہیں ـــ کہو۔ اللہ اللہ

میں آپ کے ساتھ ساتھ اللہ اللہ کہہ رہا ہوں۔ حضرتؒ نے میرے باطن میں ایک تصرف فرمایا جس سے ایک کیفیت عظیمہ اور حالت قویہ مجھے حاصل ہوئی ہے اُس کے بعد جب بیدار ہوا وہی کیفیت و جمعیت جو حضرتِ والد ماجدؒ کی توجہ سے خواب میں تھی۔ بیداری میں بھی اپنے اندر پائی ـــــ

فرمایا ـــــ ابھی میں دو سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ حضرت خواجہ بیرنگؒ (یعنی والد ماجد) نے مجھے خصوصی توجہ سے نوازا اور فرمایا کہ اِس بچے کو بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ بات مجھ سے شیخ الشیوخ اُستاد الاساتذہ حضرت شیخ عبدالحق (محدث دہلویؒ) نے بیان فرمائی تھی ـــــ

فرمایا کہ ـــــ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جوانمرد وہ ہے جو ایسے شخص کو بھی رنجیدہ نہ کرے جو رنجیدہ کرنے کا مستحق ہو اور آزاد مرد وہ ہے جو کسی کے رنجیدہ کرنے اور ستانے پر بھی اُس کو رنجیدہ نہ کرے۔ بعد ازاں فرمایا کہ طالب کو اپنے اندر یہ ہر دو صفتیں پیدا کرنی چاہئیں پھر یہ مصرع پڑھا ؎

مرنج و مرنجان ہمین است کار

(یعنی نہ رنجیدہ ہو نہ کسی کو رنجیدہ کر یہی اصل کار ہے)

فرمایا ـــــ فقیر وہ ہے کہ اپنے دشمن سے بھی دوستی کرے اور ہر شخص کا اعزاز و اکرام کرے۔ کسی شخص کو چشم دوئی سے نہ دیکھے ـــــ بالفرض اگر کسی نے اُس کو گالی بھی دی تو وہ اس کے لیے دعائے خیر کرے یا اُس کو کوئی تحفہ دے تاکہ اُس کا دل شاد و خرم ہو جائے۔

بعد ازاں اپنے دو شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے ؎

ہر کہ با دشمن نورزد دوستی ـــــ رہ نیابد در جناب کبریا

(یعنی جو شخص دشمن سے دوستی نہ برتے گا وہ بارگاہِ کبریا میں راہ نہ پاسکے گا۔)

فرمایا ـــــ میر سید احمد مکیؒ جو کہ حضرت خواجہ بیرنگؒ (والد ماجد) کے مخلصین میں سے تھے۔

فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ جیو (خواجہ باقی باللہؒ) نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ جب ہم بہشت میں جائیں گے تم کو بھی (باذن اللہ) اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

فرمایا — میں (سرہند میں) ایک روز حضرت شیخ احمد جیو (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے کہ بہشت میں جانا (معمولی بات نہیں ہے) بہت دشوار ہے پھر حضرت مجددؒ نے ایک حدیث پڑھی جس کا مضمون یہ تھا کہ بہشت میں وہ شخص جائے گا جو مثل آب باراں، پاک و صاف ہو گیا ہو گا۔ حضرت مجددؒ یہ بیان کرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے —

فرمایا — کہ تاج العارفین شیخ تاج الدین (سنبھلیؒ) نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص برائے خدا دعائے سیفی کا ورد رکھتا ہے — تو وہ دنیاوی مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے اور اگر دعائے سیفی کا پڑھنا محض دنیا کے حصول کے واسطے ہے تو خیر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہے۔

فرمایا — تعلق حسن صوری (یعنی عشق مجازی) کے دفع کرنے کے لیے نماز و روزہ میں اشتغال اور ایسی کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہے جن میں احوال مشائخ لکھے ہوئے ہیں۔

فرمایا — کہ حضرت شیخ احمد جیو (حضرت مجدد الف ثانیؒ) فرماتے تھے کہ انکے پیر و مرشد حضرت خواجہ صاحب (خواجہ باقی باللہؒ) فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہندستان میں مثل شاہ اللہ بخش گڑھ ؎

؎ الشیخ المعارف الکبیر اللہ بخش ...... الشطاری الگڑھ مکتیسری احد مشائخ المشہورین کان من نسل عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ — آپ کے دادا موسیٰ بن عمران بیتان کے ہندوستان آئے گڑھ مکتیسر میں قیام کیا موسیٰ بن عمران کے چچا شیخ قوام الدین نے رہتک میں سکونت اختیار کی تھی — شیخ اللہ بخش شطاری گڑھ مکتیسر میں پیدا ہوئے، وہیں نشو و نما پائی اساتذہ عصر سے تعلیم پا کر طریقت کی تعلیم شیخ مبارک بن عبدالمقتدر جھنجھانوی سے حاصل کی جو کہ سید علی قوام شطاری کے خلیفہ تھے "مونس الذاکرین" آپ کی ایک کتاب ہے جو اپنے پیر و مرشد کے حکم سے آپ نے لکھی ہے اس میں فضیلت ذکر اور تاثیرات ذکر (باقی آگے صفحہ پر)

مکھیریؒ کے کسی درویش کو نہیں پایا ـــ اُن کے جذب کی تعریف کرتے تھے ـــ اسی سلسلۂ گفتگو میں حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ خواجہؒ نے بعض درویشوں سے فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہوا تھا کہ خواجہ اللہ بخش گڑھ مکھیریؒ کا مرید ہو جاؤں مگر ایک وجہ سے میں نے اُن سے بیعت نہیں کی۔ (وہ وجہ ملفوظات میں موجود ہے مگر مصلحت اور اختصار کے پیش نظر اُس کا ذکر اس جگہ نہیں کیا گیا۔)

فرمایا ـــ ایک روز میں حضرت شیخ احمد جیوؒ (حضرت مجددؒ) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ پیر دستگیر حضرت خواجہ صاحبؒ، خواجہ حسام الدینؒ، اور شیخ تاج (سنبھلی) کے درمیان فرق کرتے تھے بایں طور کہ خواجہ حسام الدین علم و معرفت میں زیادہ ہیں اور شیخ تاج، حال و سکر میں فوقیت رکھتے ہیں۔۔۔

خواجہ سلام اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت قبلہ گاہی (یعنی والد ماجد) کی خدمت میں یہ شعر پڑھا ؎

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ساکنِ بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

یہ شعر سُن کر میں نے دریافت کیا کہ لوگ اس شعر کو حضرت حافظ شیرازی کی طرف منسوب کرتے ہیں جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ شعر حافظ شیرازی کا نہیں ہے ـــ (شاید) کسی ملحد کا قول

(صفحہ ۷۴ کا بقیہ) کا بیان ہے۔ محمد بن فضل اللہ المحبی نے خلاصۃ الاثر میں آپ کا ذکر خیر کیا ہے۔ ۹ رمضان ۱۰۰۰ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ سورہ اخلاص کے اعداد سے آپ کی تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ پہلے سلسلۂ عشقیہ شطاریہ میں آپ کے خلیفہ ہوئے۔ بعد کو حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلوی سے سلسلۂ نقشبندیہ میں خلافت حاصل کی تھی۔ آپ کا مزار گڑھ مکتیسر ضلع میرٹھ میں ہے ـــ ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد خامس و دیباچہ مونس الذاکرین۔

ہے جس نے اہانت شریعت کی ہے۔

فرمایا ___ کہ مخدومی ارشاد پناہی شیخ الہدادؒ نے آخری عمر میں مجھے بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے حضرت خواجہ بیرنگؒ (خواجہ باقی باللہ) سے ملا ہے اور دیگر بعض بزرگوں اور مشائخ چشتیہ کی ارواح سے بطور فیض پہونچا ہے وہ میں نے تم کو دیا۔ اسی وقت میں نے ایک زبردست کیفیت اپنے اندر محسوس کی ..... یہ اجازت بعد اجازت حضرت شیخ احمد جیو قدس سرہٗ وقوع میں آئی۔ اس سے پہلے شیخ احمد جیو (حضرت مجددؒ) نے مجھ کو تعلیم طریقہ نقشبندیہ اور اس طریقہ میں ارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی تھی ___ ارشاد پناہی حضرت شیخ الہدادؒ کی اجازت کے مدتوں بعد عالم ربانی، عارف سبحانی، حضرت شیخ محمد سعیدؒ فرزند حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بھی سلسلہ قادریہ میں اجازت میں نے پائی ___

خواجہ سلام اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت قبلہ گاہی (خواجہ خردؒ) کی خدمت میں پہونچا۔ آپ پر بہت زیادہ روحانی قبض کی کیفیت طاری تھی۔ اس دن آپ کی جو حالت دیکھی اس سے پہلے کبھی ایسی حالت مشاہدہ میں نہیں آئی تھی ___ آپ روتے جاتے تھے اور بار بار کہتے تھے۔ "میرا خدا مجھ سے ناراض ہے"___ بعدہٗ آنکھوں سے آنسو بدستور جاری تھے اور یہ فرمارہے تھے ___ ایک درویش نے کہا ہے کہ درویشی (فقط) نماز، روزہ، احیائے شب اور کم کھانے کا نام نہیں ہے۔ یہ تمام امور اسباب بندگی ہیں۔ بلکہ درویشی یہ ہے کہ کسی کو رنجیدہ وآزردہ نہ کرے۔ اسکے بعد یہ مصرعہ پڑھا۔

مرنج و مرنجاں ہمیں است کار

فرمایا ___ حق سبحانہٗ نے میرے اوپر یہ آیت کریمہ کھولدی ہے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ___

پھر فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ اس آیت کو پڑھے، خواہ دل سے خواہ زبان سے اس طریقہ سے کہ جَآءَ الْحَقُّ کہتے وقت دل پر ضرب لگائے اور زَهَقَ الْبَاطِلُ کہتے وقت باطل کو دل

سے بجانب پشت پھینکیے ۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اُمید ہے کہ اس عمل سے طالب
بہت کچھ کشادگی پائے گا ۔

نیز فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا حاصل اور اس آیت کریمہ کا حاصل ایک ہی ہے ۔
بس اس قدر فرق ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں نفی مقدم ہے اثبات پر ۔ اور اس آیت میں
اثبات، مقدم ہے نفی پر ۔

فرمایا ۔ ابتدائے حال کی بات ہے کہ ایک راستے پر ایک صراف کا مکان تھا لوگ
اُن کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کو غوثیت کے مرتبے پر فائز سمجھتے تھے ۔ جب
میرا ان کے کوچے میں گزر ہوتا تھا تو میرے لیے دعائے خیر کرتے تھے ۔

خواجہ سلام اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت والد ماجدؒ یہ شعر پڑھتے تھے ؎

شیر زادِ بیشۂ عشقم، توی در کارِ خود
گو حریفِ من بیا تا زورِ بازو بنگرد

(یعنی میں صحرائے عشق کا شیر زادہ ہوں اپنے کام میں مصروف ہوں۔ میرے حریف کو
مقابل سے کہہ دو کہ اسے زورِ بازو دیکھنا ہے تو یہاں آجائے) ۔

فرمایا ۔ کہ لوگوں کو بیماری میں اضطراب جو ہوتا ہے وہ عالم اطلاق (آخرت) سے
عدم توجہ اور عالم کون (دنیا) سے عدم انقطاعِ کلّی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر دنیا سے
انقطاعِ کلّی رکھتے ہوں تو بیماری میں اور موت میں راحت ہی راحت اور آرام
ہی آرام ہے ۔

خواجہ سلام اللہ دہلویؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت والد ماجد نے مجھے خطاب کرتے ہوئے
فرمایا کہ اس کام میں اصلی چیز مسکینی اور غربت ہے جو کہ منتہائے ارباب ہمت ہے پھر یہ شعر پڑھے ۔

؎ خاک شو خاک تا بروید گل — کہ بجز خاک نیست مظہرِ گل

؎ خاک ہو جا خاک تاکہ پھول اگیں ۔ خاک مظہرِ گل ہے ۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بر وید رنگ رنگ

خواجہ سلام اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک درویش نے حضرت قبلہ گاہی (والد ماجد) سے عرض کیا کہ کوئی دلیلِ نقلی، حدوثِ عالم پر ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں یہ حدیث، اشارہ حدوثِ عالم کی طرف کر رہی ہے۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئٌ (اللہ تعالیٰ تھا۔ اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی) ___ پھر دوسری حدیث حضرت ابو ذر غفاری کی پڑھی جو دلیل حدوثِ عالم ہے ___

فرمایا ___ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ روحہٗ کے زمانے میں تین ضیاء الدین ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی مولانا ضیاء الدین برنی (ہندوستان کے مشہور مورخ) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور خاص اصحاب میں سے تھے۔ دوسرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منکر و مخالف تھے یعنی قاضی ضیاء الدین نامی تیسرے نہ معتقد تھے نہ منکر اور یہ شیخ ضیاء الدین نخشبی (بدایونی) تھے جو کتاب، سلک السلوک کے مصنف ہیں۔

فرمایا ___ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ یَشِیْبُ ابْنُ آدَمَ وَیَشِبُّ فِیْہِ الْخَصْلَتَانِ الْحِرْصُ وَطُوْلُ الْاَمَلِ ___ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (یعنی انسان بوڑھا ہوتا ہے اور اس کے اندر دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں۔ ایک حرص اور دوسری طولِ آرزو)۔ اس حدیث سے (بظاہر) لازم آتا ہے کہ اولیاء حق بھی بڑھاپے میں ان دونوں، بری خصلتوں (کے شباب) سے خالی نہ ہوں۔ اور یہ بہت بڑا اشکال ہے۔ اس مشکل کا حل جو سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ان دونوں صفاتِ مذمومہ کی جوانی تقاضہ کرتی ہے اس بات کا کہ ان دونوں صفتوں کا وجود و بقاء انسان کے زمانۂ شباب سے ہو لیکن اگر کوئی شخص جوانی کے زمانہ ہی میں ان دونوں صفتوں کو دفع کیے ہوئے ہو تو وہ ان دونوں صفتوں کے شباب سے

ع پتھر بہار کے زمانے میں کب سر سبز ہوتا ہے؟ خاک بن جا تاکہ رنگ برنگ کے پھول پیدا ہوں۔

بھی محترّہ نہ رہا ہو گا ــــ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے۔ یَشِیبُ ابنِ آدمَ وَیَتولّدُ او یحدثُ فیہ الخصلتان الخ (یعنی انسان بوڑھا ہوتا ہے اور پیدا ہوتی ہیں اس میں یہ دو خصلتیں) تب بات مکمل ہو جاتی ــــ

فرمایا ــ ہمّتِ عالی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ انسان کو جمیع مراتب دنیا سے انقطاعِ کلّی حاصل ہو اور دنیا کی باعثِ فخر چیزیں اس کی نظر میں بے حیثیت اور بے قدر ہوں نیز بجانب حق توجہ دائمی میسر ہو۔

فرمایا ــــ منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ایک دن) شہر سے صحرا کی جانب جا رہے تھے۔ ایک شخص نے دریافت کیا، یا روح اللہ آپ کہاں جاتے ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا میں احمقوں کی وجہ سے تنگ آ گیا ہوں، ان کا علاج میں نہیں جانتا، مادر زاد نابینا اور ابرص کا علاج کر سکتا ہوں اور مُردوں کو باذن اللہ بارہا زندہ کیا ہے۔ لیکن ان احمقوں کے علاج سے عاجز و درماندہ ہوں ــــ اسی لیے شہر سے صحرا کی طرف جا رہا ہوں ــــ

فرمایا کہ ــــــ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دکھائی دے اور جو کچھ سمجھ میں آئے سب غیر ہے کلمہ "لا" کے ذریعے اس کی نفی کرنا چاہیئے۔ اور اس کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔۔۔ کمال و تکمیل اسی میں ہے۔ ع

ذرۂ درد دلِ عطار را

خواجہ سلام اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت قبلہ گاہی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سعادتِ قدمبوسی حاصل تھی، اس زمانہ میں حضرت والا کو بیماری شکم لاحق ہو گئی تھی۔ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ فلاں دوا اس مرض میں بہت نافع و مفید ہے حضرت ایشان نے میری طرف رخ کر کے فرمایا ــــ کہ جو کچھ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے چاہا ہے ہو کر رہے گا اور جو بھی تقدیر میں ہے ظاہر ہو گا ــ اس دن سے زیادہ عمدہ کون سا دن ہو گا جس دن دوست کی ملاقات دوست سے ہو، اور یار نزدیک یار پہونچ جائے، پھر یہ دو شعر پڑھے ــ

گر اجل، مرد است گو پیش من آے
تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من از وجانے ستانم جاودان
او ز من دلقے بگیر د رنگ رنگ

(یعنی موت سے کہہ دو اگر وہ ہمت رکھتی ہے تو میرے پاس آئے تاکہ میں اس سے اچھی طرح معانقہ کروں ـــ میں اُس سے ایک زندگی حاصل کروں گا جو جاودانی ہوگی اور وہ مجھ سے رنگ برنگ کے پیوند لگی ہوئی گدڑی لے گی) ـــ

فرمایا ـــ جب مولانا حسن طاقی (؟) نے رحلت فرمائی تو استاذ العلماء شیخ عبد الحق (محدث دہلویؒ) نے ان کی تعزیت کے سلسلے میں یہ شعر لکھا تھا ۔ ؎

در نہ قضا بود کہ باہم روِیم
میرسد آں وقت کہ ما ہم رویم

(یعنی اس وقت اگرچہ یہ فیصلہ خداوندی نہیں تھا کہ ہم اور تم ساتھ ساتھ عالم فانی سے کوچ کریں گے مگر وہ وقت قریب ہے کہ ہم بھی یہاں سے کوچ کریں گے) اس کے بعد حضرت خواجہ خردؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ دیر تک روتے رہے ـــ

ایک شخص نے حضرت خواجہ خردؒ سے دریافت کیا کہ ملفوظاتِ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ (فوائد الفواد) میں حقائق و معارف کا اندراج کم ہے ـــ (اس کی کیا وجہ ہے) اس کے جواب میں ارشاد فرمایا ـــ کہ امیر حسن (سجزیؒ) نے جو ملفوظات لکھے ہیں خوب لکھے ہیں ۔ حقائق و معارف کا تعلق (زیادہ تر) سکر و حال سے ہوا کرتا ہے ـــ طالب کو جو چیز ضروری ہے امیر حسنؒ نے بس اُن کو قلمبند کیا ہے ۔

خواجہ سلام اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں ایک روز ایک درویش نے حضرت والد ماجدؒ سے دریافت کیا کہ مشاہدۂ حسن و جمال (صوری) میں لذتِ نفسی ہی یا لذتِ روحی ۔ میں بھی

اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ ہو سکتا ہے مشاہدہ حسن و جمال بعض کے لیے لذتِ نفسی ہو اور بعض کے لیے لذتِ روحی ۔۔۔ حضرت ایشان نے فرمایا کہ فرض کرو کہ مشاہدہ حسن و جمال، لذتِ روحی ہے تب بھی اس سے بچنا چاہیئے۔ اسلیے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو چاہیے وہ آتا نہیں اور جو آتا ہے وہ چاہیئے نہیں۔ ؎

یار می باید و نمی آید   غیر می آید و نمی شاید

(یعنی یار مطلوب ہے وہ آتا نہیں، غیر آتا ہے وہ چاہیے نہیں۔)

اسکے بعد مولانا رومی کا یہ شعر پڑھا ؎

عاشقی ہاکز پے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

(یعنی جو عشق رنگ اور روپ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہوتا باعث ننگ ہوتا ہے۔)

خواجہ سلام اللہ دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ مخدومی واخی خواجہ کلیمؒ اللہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ (حضرت والد ماجدؒ) دست مبارک میں ایک بیاض تھی جس میں بہترین اشعار لکھے ہوئے تھے میرے دل میں یہ بات آئی کہ بیاض کو میں دیکھتا۔ حضرت ایشان نے میری طرف رُخ کرکے فرمایا بیٹا اس بیاض کو دیکھو ۔۔۔ یہ فرما کر بیاض مجھے دیکھنے کے لیے عنایت فرمادی جب بیاض میرے پاس آگئی تو دوسرا خیال میرے دل میں یہ گزرا کہ اس کو چند روز اپنے پاس رکھ کر اس کا انتخاب کرلوں ۔۔۔ یہ بات دل میں آئی تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ۔۔۔ چند روز اپنے پاس رکھ لو ۔۔۔۔ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روشن ضمیری کا اس واقعے سے اندازہ ہوا۔

خواجہ سلام اللہ دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نفحات الانس (مولفہ مولانا جامیؒ) کو ہاتھ میں لیے ہوئے حضرت قبلہ گاہی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے چند مقامات

دریافت کیے جو دقیق باتوں پر مشتمل تھے اور اغلاق رکھتے تھے۔ قبلہ گاہی نے خوب اچھی طرح ان عبارات کا مطلب بیان فرما دیا، پھر فرمایا کہ اس کتاب مستطاب سے اشتغال اتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اے جانِ من! میں یہ چاہتا ہوں کہ میری طرح جاہل نہ رہ جانا (کچھ حاصل کر لینا)۔۔۔۔۔

خواجہ سلام اللہ دہلوی بیان کرتے ہیں، کہ ایک دن یہ فقیر، خدمت اقدس میں کھڑا ہوا پنکھا جھل رہا تھا اور حضرت والا سر جھکائے ہوئے مراقبے میں بیٹھے تھے اچانک پنکھا فقیر کے ہاتھ سے خطا کر گیا اور حضرت ایشان کے سرِ مبارک پر جا کر لگا۔ محفل میں جتنے حاضرین تھے سب متفکر ہو گئے، مگر حضرت والا سے کوئی حس و حرکت ظاہر نہیں ہوئی۔۔۔ بعد ازاں سر اٹھا کر یوں فرمایا جس پر استغراق و استہلاک کا غلبہ ہوتا ہے اُسے کچھ خبر نہیں رہتی۔

فرمایا سالک و طالب کے لیے دو باتیں ناگزیر اور ضروری ہیں ــــ (۱) ایسے درویشوں سے ارتباط و صحبت نہ رکھے جو اس کے مرشد سے ربط نہیں رکھتے، اور جب غیر طریقہ کے درویشوں کی صحبت کو تجویز نہیں کیا گیا تو پھر وہ لوگ ــــ جو مطلق، طریق سے بیگانہ و نا آشنا ہیں ان کی صحبت کیسے تجویز کی جا سکتی ہے؟ مناسب یہ ہے کہ طالب ابتدائے سلوک میں کسی سے صحبت و ارتباط نہ رکھے۔ ہاں حکم مرشد سے کسی کی صحبت میں بیٹھ سکتا ہے ــــ اور اپنے یاران مخصوص کی صحبت میں بھی رہ سکتا ہے ــــ اس تدبیر سے نسبت حاصل ہو گی اور باطن میں قوت پیدا ہو گی۔

(۲) جو کام، مرشد سے صادر ہو اگرچہ بظاہر قبیح معلوم ہوتا ہو (اوّل) اس کا صحیح محمل تلاش کرے (یا مرشد سے براہ راست معلوم کرے) ایک دم اعتراض نہ کرے (البتہ اگر وہ فعل واقعی شرعی نقطۂ نظر سے قبیح ہے معصیت میں کسی کی اطاعت و تابعداری نہیں اس سے بچنا ضروری ہے۔)

خواجہ سلام اللہ دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن والد ماجدؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کا وہ واقعہ سنا کر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو قم یا ابا تراب ــــ سے خطاب فرمایا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی مثنوی کے وہ اشعار پڑھے جو اہلبیت کی منقبت میں لکھے گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

ایں سلسلہ از طلائے ناب است

ایں خانہ تمام آفتاب است

(یعنی یہ خاندان خالص سونے کی زنجیر کے مانند ہے اور یہ گھرانہ آفتاب کی طرح روشن اور منور ہے۔)

خواجہ سلام اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ــــ ایک روز حافظ صادق نے جو کہ مخلصین حضرت قبلہ گاہی میں سے تھے، مثنوی مولانا رومیؒ کا یہ شعر پڑھا ؎

علم حق در علم صوفی گم شود

ایں سخن کے باور مردم شود

اور اس شعر کے معنی بیان کرنے کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فقیر کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا کہ قرب دو قسم کا ہے ایک یہ کہ عبد ظاہر ہو اور حق باطن۔ چنانچہ اس شعر میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے اور حدیث قدسی۔ دَبِی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ وَبِی یَنْطِقُ۔ اس کی شاہد ہے۔ اس کو قربِ نوافل کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حق، ظاہر ہو اور عبد، مستہلک و مستغرق اور باطن ہو حدیث اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ اس قرب کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اس کو قرب فرائض کہتے ہیں قرآن میں جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اسی قرب کی طرف اشارہ ہے۔

خلفاء

حضرت خواجہ باقی باللہؒ

(۱) تاج العارفین شیخ تاج الدین سنبھلیؒ

(۲) خواجہ حسام الدینؒ

(۳) شیخ الہ دادؒ دہلوی

تاج العارفین

شیخ تاج الدین سنبھلیؒ

صاحبزادگان گرامی کے تذکرے کے بعد اب میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلفا کا ذکر کروں گا ــــ چاہیے تو یہ تھا کہ سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر خیر کرتا لیکن چونکہ اُن کے حالات پر مستقل کتابیں اور مبسوط تذکرے موجود ہیں اور خود الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر بہترین مضامین و نفیس ترین مقالات کو اپنے دامن صفحات پر لے کر شائع ہو چکا ہے[۵] جس نے اہل نظر سے خراج تحسین وصول کیا اور اہل فکر کے لیے سرمایہ تحقیق بہم پہونچایا ــــ اسلیے اس موقع میں نے اُن کے سوانح پر کچھ نہیں لکھا ہاں اگر توفیق ہوئی تو انشاء اللہ مکتوبات کی روشنی میں کوئی مقالہ مرتب کروں گا۔

فی الحال حسب ذیل تین خلفاء کا تذکرہ لکھنا ہے۔

(۱) شیخ تاج الدین سنبھلیؒ (۲) خواجہ حسام الدینؒ (۳) شیخ الہ دادؒ

آیئے شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے حالات آپ کو سنائیں، سب سے پہلے اس عظیم شخصیت کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے دریافت کرلیں ــــ لیجئے وہ فرماتے ہیں۔

شیخ تاج سنبھلیؒ کہ اول خلفاء حضرت باقی باللہ اند	شیخ تاج الدین سنبھلی حضرت خواجہ باقی باللہؒ
و آخر بمکہ اقامت اختیار کردہ بود بجا مدفون	کے پہلے خلیفہ تھے اور وہ آخر میں مکہ معظمہ میں
شدند و ایں فقیر از متاخرین مشائخ اہل ہند	مقیم ہو گئے تھے اور وہیں سپرد خاک ہوئے

---

[۵] یہ نمبر کتابی شکل میں کتب خانہ الفرقان میں دستیاب ہے۔

"هیچ کس را ندید که اہل مکہ زیادہ از شیخ تاج معتقد او باشند و کرامات وے روایت کنند"
(منقول از رود کوثر مولفہ شیخ محمد اکرام ایم اے)

فقیر نے اہل مکہ کو متاخرین مشائخ ہند میں سے کسی کا اتنا معتقد نہیں پایا جتنا کہ وہ شیخ تاج الدینؒ کے معتقد ہیں، مکہ والے ان کی کثرت سے کرامات بیان کرتے ہیں۔

ایک سند میں شیخ تاج الدینؒ کا نام دیکھ کر کسی صاحب نے حضرت شاہ صاحب سے سوال کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں ان کا تعارف کرایئے ـــــ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں جو ارقام فرمایا اس کا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:۔

"شیخ تاج الدینؒ سنبھلی الوطن اور عثمانی النسب ہیں، شیخ احمد سرہندیؒ کے پیر بھائی اور خواجہ باقی باللہؒ کے خلفاء میں سے ہیں ـــــ میں نے اذکار نقشبندیہ جو شیخ علیہ الرحمہ کے تصنیف شدہ ہیں اپنے والد ماجد سے پڑھے ہیں، فقیر کے والد بزرگوار نے ان کو خواجہ خردؒ سے نقل کیا ہے اور خواجہ خردؒ نے براہ راست شیخ تاج الدینؒ سے ـــــ شیخ تاج الدینؒ خواجہ باقی باللہؒ کی وصال کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں متوطن ہو گئے تھے، ـــــ اہل مکہ نے ان سے فیض حاصل کیا اور بہت سی کرامات دیکھیں۔ سلطان روم نے غائبانہ آپ سے حسن عقیدت کا اظہار کیا ـــــ میں اہل مکہ سے آپ کی کرامات سنا کرتا تھا۔ آپ سنہ ۱۰۴۲ھ [۱] میں رحمت حق سے پیوست ہوئے ـــــ اور مکہ میں قیقعان پہاڑ کے پاس مدفون ہوئے، فقیر آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوا۔"

(مکتوبات فارسی شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شائع کردہ کتب خانہ نذیریہ دہلی)

---

[۱] آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ سن وفات صحیح نہیں ہے یا تو کتابت کی غلطی ہو جیسا کہ اس مجموعہ مکتوبات میں بے شمار کتابتی غلطیاں متن اور ترجمے میں موجود ہیں اور متن کے اغلاط کو درست کیے بغیر ترجمہ کی بنیاد بھی انہیں اغلاط پر رکھ دی ہے، یا خود حضرت شاہ صاحبؒ کو صحیح تاریخ دستیاب نہ ہو سکی ہو گی۔

الانتباہ میں فرماتے ہیں :-

کاتب حروف گوید کہ شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفہ حضرت خواجہ محمد باقی درباب اشتغال نقشبندیہ رسالہ دارند مختصر۔ والد بزرگوارم آن را بغایت می پسندند و آن را بخط خود از بعض اصحاب شیخ تاج الدین نساخ کردہ بودند و طالبان را بہمان اسلوب ارشاد می نمودند این فقیر آن را پیش حضرت ایشان بحثاً و درایۃً خواندہ است (صفحہ ۱۲۳)

کاتب حروف کہتا ہے کہ شیخ تاج الدین سنبھلی حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ تھے، اشتغال نقشبندیہ میں اُن کا ایک مختصر رسالہ ہے میرے والد بزرگوار (شاہ عبد الرحیم دہلوی) اس کو بہت پسند کرتے تھے اس رسالے کو اپنے قلم خاص سے بعض اصحاب شیخ تاج الدین سے لیکر نقل کیا تھا اور اپنے مریدوں کی اسی رسالہ کے مطابق رہنمائی فرمایا کرتے تھے اس فقیر نے اس رسالہ کو اپنے والد بزرگوار سے خوب اچھی طرح بحثاً و درایۃً پڑھا ہے

اس کے بعد یہ پورا رسالہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں من و عن درج کر دیا ہے، اس طرح حضرت شاہ صاحب کی کتاب کے ساتھ ساتھ یہ رسالہ بھی محفوظ ہو گیا۔

اسی انتباہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

والشیخ عبد اللہ البصری لبس الخرقۃ عن ابیہ الشیخ عبد اللہ باقشیر المکی عن الشیخ تاج الدین السنبھلی نزیل مکہ عن خواجہ محمد باقی المذکور (ص ۱۲۹)

شیخ عبد اللہ بصری نے خرقہ پہنا شیخ عبد اللہ باقشیر مکی کے ہاتھ سے اُن کو خرقہ پہنایا تاج الدین سنبھلی نزیل مکہ نے اُن کو خواجہ باقی نے الخ

شیخ تاج الدین سنبھلی کے وطن سنبھل پر حضرت شاہ صاحب کا یہ تشریحی نوٹ بھی انتباہ میں موجود ہے۔

سنبھل بلدیست ہندیہ کہ اشتمام ہا دارد بلدہ است در ماوراء جمنا و گنگا، نزدیک جبال[1] شرقی

سنبھل ہندوستان کا ایک شہر ہے جو کرہا کا اشتمام رکھتی ہے ایک شہر ہے گنگا جمنا کے اس طرف قریب

لہ میرے خیال میں یہاں کاتب نے تصحیف کر دی ہے ممکن ہے جانب کو جبال کر دیا ہو ورنہ سنبھل کا جبال سے کوئی تعلق نہیں۔

جہاں سرتی دار الخلافہ دہلی کے۔

دار الخلافہ دہلی " (ص۳۲)

شیخ تاج الدین سنبھلی کے متعلق مشہور علامہ زماں سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدی شارح قاموس کے (جن کی عمر کا بیشتر حصہ یمن، حجاز اور مصر میں گذرا ہے۔) چند جملے بھی سن لیجئے، ان جملوں سے بھی آپ کو شیخ سنبھلی کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہو جائے گا سنیئے وہ نفحۃ القدسیہ میں فرماتے ہیں۔

"شیخ تاج الدینؒ نے بصرہ، یمن، احسا، نجد اور خود حجاز میں طریقۂ نقشبندیہ کو پھیلایا اور اُن کے مریدوں کی ایک بڑی تعداد تھی " (منقول از رود کوثر ص۱۳۵)

حضرت مجدد الف ثانی کا مکتوب گرامی بنام شیخ تاج الدین

مکتوبات جلد اول میں حضرت مجدد صاحبؒ کا ایک مکتوب مبارک آپ کے نام ہے جی چاہتا ہے کہ اس مکتوب کی چند تمہیدی سطریں آپ حضرات کے سامنے پیش کر دوں جن میں ایک خاص ادبی رنگ اور خلوص و محبت کی شان نمایاں ہے۔ ان چند سطروں سے بھی شیخ تاج العارفین کی فضیلت و عظمت کا پتہ چل رہا ہے، غالباً یہ مکتوب اُس وقت لکھا گیا ہے جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سفر شام و حجاز کر کے ہندوستان آنے والے ہیں۔ دیکھئے کس والہانہ انداز میں اپنے قابل احترام پیر بھائی کو تحریر فرماتے ہیں۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ	بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو آپ کے قدوم سر لزوم
خبر قدوم مسرت لزوم محبان مشتاق را فرحت	کی خبر نے دوستوں کو راحت بڑی مقدار میں بہم
فراواں رسانید۔ فسبحانہ الحمد والمنۃ علی ذالک	پہنچائی اس احسان پر اللہ کا لاکھ شکر ادا کرتا ہوں
انصاف بدہ اے فلک مینا فام	لے آسمان ذرا انصاف سے کہنا تیرا خورشید
تا زیں دو کدام خوب تر کرد خرام	جہاں تاب شرق سے نکلتے وقت زیادہ خوش خرام
خورشید جہاں تاب تو از جانب شرق	نظر آتا ہے یا میرا جہاں میں گھومنے والا چاند شام
یا ماہ جہاں گرد من از جانب شام	کے علاقے سے آتا ہوا اچھا معلوم ہوتا ہے
چوں قدوم ارجمند فرمودہ اند زود تر تشریف آرند	جب آپ تشریف لا رہے ہیں تو بہت جلد تشریف

کہ مشتاقاں زیر بار انتظار اند و آرزو مندِ استماع اخبار بیت اللہ دارند، الخ

لیے مشتاقوں کی آنکھیں آپ کی راہ تک رہی ہیں اور احباب بیت اللہ کا ذکر سننے کے آرزو مند ہیں

زبدۃ المقامات میں شیخ کے متعلق مولانا محمد ہاشم کشمیؒ نے جو ارقام فرمایا ہے اس کا اقتباس یہ ہے :۔

"شیخ تاج الدینؒ دیار ہند کے بزرگ زادوں میں سے اور حضرت خواجہؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، یہ پہلے حضرت شیخ الٰہ بخش گڑھ مکتیشری سے بیعت تھے، شیخ گڑھ مکتیشری ان پر بڑی عنایت فرماتے تھے اُن کے وصال کے بعد باوجودیکہ آپ اُن کے خلیفۂ مجاز اور جانشین تھے اپنے آپ کو حضرت خواجہؒ کے حوالہ کر دیا اور اُن کی صحبت اختیار کی، حضرت خواجہ کو آپ کی یہ طلب یہ تواضع اور یہ ادا بڑی پسند آئی اور آپ کو وفورِ کرم سے نوازا، آپ کو اپنا "جلیس خلوت خاص" اور "انیس محفل اختصاص" بنالیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ کے مریدوں میں طول صحبت کے لحاظ سے آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، حضرت خواجہ سے "استفسار احوال" اور "پرسش اسرار" کی آپ ہی کو کچھ جرأت ہوتی تھی۔

مولانا کشمی فرماتے ہیں، ہم نے شیخ تاج الدین کی زبانی سنا ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت خواجہ جب مجھے اجازت دینے پر مامور ہوئے تو اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ تاج الدین بھی اگر خواب میں یہ دیکھ لے کہ اکابر نقشبندیہ میں سے کوئی اس کے حق میں اجازت کا اشارہ کرتا ہے تو اچھا ہو چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خطۂ بخارا میں حضرت عزیزاں خواجہ رامیتنی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوں، انھوں نے اپنی کلاہ مبارک میرے سر پر رکھی اور بے حد عنایات فرمائیں ـــــ جب حضرت خواجہ کے سامنے میں نے یہ خواب بیان کیا تو اُس کو سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور جو کچھ اُن کے دل میں بات آئی تھی اُس کا ذکر اس وقت فرمایا ـــــ جب حضرت خواجہ نے اجازت تلقین مرحمت فرمادی تو شیخ تاج الدین کی نظر میں ایک خاص تاثیر نمودار ہوئی، جس کسی کو طریقے کی تعلیم دیتے تھے، اُس پر جذبات کا غلبہ ہو جاتا تھا، اور فوراً وہ احوال

ظہور پذیر ہو جاتے تھے:

اجازت ملنے پر اپنے وطن سنبھل کو روانہ ہو گئے، جب وہاں پہنچ کر ارشاد و ہدایت کی طرف متوجہ ہوئے تو وہاں بعض حاسدوں نے ان پر زبان ملامت دراز کی۔ اشناو بیگانہ کی ملامتوں سے تنگ آکر شیخؒ نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عریضہ لکھا۔۔۔ اس کے جواب میں ایک مفصل گرامی نامہ ارقام فرمایا گیا (اس کے چند جملے یہ ہیں۔)

اہل سنبھل کے طعن و تشنیع کا خیال نہ کرو، اُن بے چاروں پر رحم کھاؤ کیونکہ وہ لوگ (حاسدین) استقامت عقل سے ہٹ گئے ہیں۔۔۔۔۔۔ الحمد للہ کہ ملامت سننا اولیا کا خاص حصہ ہے۔ میں خود اس معاملہ میں ایک مستقل نظریہ رکھتا ہوں وہ یہ کہ جب کوئی ملامت کرتا ہو تو اپنے اندر غور کرتا ہوں، اس وقت مجھے اپنی ایک نہ ایک بد صفت ضرور نظر آتی ہو اور اس ملامت کو اپنے حق موعظت تصور کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔ تم بتاؤ تو سہی کہ اہل سنبھل کی ملامت سے تمھارا کیا بگڑ جائے گا؟ کیا تمھاری عبادت قبول نہ ہو گی؟ یا تمھاری صفائی قلب برطرف ہو جائے گی؟ یا درگاہ خداوندی سے تم کو رد کر دیا جائے گا۔ ع

معشوق تمام و بر سر عالم خاک

والسلام

حضرت خواجہ نے ایک مکتوب گرامی (بنام شیخ) کو اس شعر سے شروع فرمایا ہے۔

کارے مکن کہ وحشت رنگم فزوں شود صیدے چوں من ز دام دفائت بر دل شود

جب حضرت خواجہؒ دار البقا کو سدھار گئے تو شیخ تاج الدینؒ نے اپنے دل میں سیاحت کی ٹھان لی بلاد ہند و کشمیر کی سیر کر کے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، حرمین کے باشندوں کو شیخؒ سے ایک خاص ربط ہو گیا۔ شیخ محمد علانؒ جو کہ اکابر حرم میں سے تھے اور علم و عمل تقویٰ اور ریاضت میں یکتا و فرد تھے۔ آپ سے فیضیاب ہوئے، شیخ محمد آپ کے آنے سے پہلے نقشبندیہ سلسلے سے خاص لگاؤ رکھتے تھے اور انھوں نے کتاب رشحات کا عربی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا تاکہ اہل عرب اکابر نقشبندیہ کے

"حسنِ اطوار، لطافتِ اقوال، اور علوِ احوال، سے واقف و مطلع ہو جائیں۔ اور خود اس بات کے خواہاں تھے کہ کوئی بندہ گر اس سلسلہ کا حرم میں آجائے تو وہ اس سے اس طریقہ کو باقاعدہ حاصل کریں۔ جب شیخ تاج الدینؒ وہاں پہونچے تو یہ اخلاص تمام کے ساتھ شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے شیخ تاج الدین کی زبانی سنا وہ یہ لطیفہ بیان کرتے تھے کہ بلادِ عرب کے لوگ مجھ کو بھی شیخ محمد علاّن کہنے لگے ہیں۔

شیخ محمدؒ ۱۰۳۳ھ میں راہیِ بقا ہوئے۔

شیخ تاج الدینؒ دو ایک مرتبہ دیارِ حجاز سے ہندوستان آئے اور پھر اُن بلادِ شریفہ میں واپس چلے گئے ــــــ آخر مرتبہ ولایتِ بغداد و بصرہ میں گئے وہاں جمِ غفیر ان کے دامن سے وابستہ ہوا۔ وہاں کا حاکم ان کا معتقد ہو گیا، بصرہ میں بزمِ اربابِ ارادت ہنوز گرم تھی کہ قافلۂ حرمین نے نقارۂ کوچ بجایا ــــــ اور شیخ نے فوراً تختِ تسلیم طریقہ کر کے ایک طرف رکھ کر آپ نے لباسِ احرام زیبِ تن کیا، ناقہ پر سوار ہو کر اور ایک دو خادم ہمراہ لے کر نعرۂ ناقہ کے ساتھ سوئے بیت الحرام و روضۂ سید الانام ہو گئے ــــــ میرے ایک دوست صالح نامی نے جو [illegible] ہیں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ۱۰۴۵ھ کے حج میں عرفات کے میدان میں شیخ تاج الدین کی زیارت کی ہو اُن کا یہ حال تھا کہ زیادہ عرصہ کا ہو جانے کی وجہ سے ان کا احرام نہایت میلا ہو گیا تھا۔ چہرہ غبار آلود تھا۔ بالوں میں ژولیدگی نمودار تھی۔ سفید داڑھی ـــــ آنکھیں سوز کی شدت بلکہ نشۂ بادۂ معرفت سے سرشار ہو کر سرخ ہو رہی تھیں۔ میں ان کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور میرا اعتقاد ان کی جانب زیادہ ہو گیا ــــــ صالح کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ نے فرمایا کہ میں نے سالہا سال متعدد شہروں اور بیابانوں کی خاک چھانی ہے، دنیا کو آزمایا ہے ــــــ اب تو میں اپنے مالک کے گھر کی جاروب کشی کروں گا تاآنکہ میں مر کر خاک ہو جاؤں۔ ع

خوشا آں سرے کہ برآں آستانہ خاک شود

مولانا محمد ہاشم کشمیؒ آخر میں لکھتے ہیں:۔

خداوند کریم اس یادگار باقی کو تا دیر باقی رکھے ـــ شیخ کے اطوار و اقوال ارباب ذوق کے اندر بہت سے اچھے رسائل ہیں۔ آپ نے اہل عرب کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے بعض رسائل خواجگان نقشبند کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کر دیا ہے ـــ بعض علماء ظاہر سے جب آپ نے یہ سنا کہ "پیری مریدی" بدعت ہے تو ایک رسالہ لکھا جس میں اس کا سنت ہونا ثابت کیا ہے ـــ

شیخ تاج الدین سنبھلی کے حالات اسراریہ سے

سید کمال سنبھلیؒ نے جو کہ شیخ کے ہم وطن ہیں اسراریہ میں شیخ کا جو مختصر حال لکھا ہے وہ یہ ہے۔

میرے شیخ (خواجہ خردؒ) نے فرمایا کہ شیخ تاج الدین باوجودیکہ شیخ الہ بخش "گڈھ مکتیسری" کی خدمت میں سلسلۂ عشقیہ کا سلوک طے کر چکے تھے ـــ اپنے پیر کے انتقال کے بعد اپنی بلندیٔ استعداد اور خواجہ حسام الدینؒ کی ترغیب سے حضرت خواجہ کی صحبت میں آ گئے اور تھوڑی مدت میں مراتب عالیہ اور الطاف غیر متناہیہ سے نوازے گئے، حضرت خواجہؒ سے "اتحاد" کے باعث تمام اصحاب خواجہؒ اُن پر غبطہ کرتے تھے، وصال حضرت خواجہؒ کے چند سال بعد متوجہ حرمین شریفین ہو گئے اور وہاں مدتوں رہے ـــ وہاں کثیر التعداد افراد اُن کی صحبت میں رہ کر نسبت نقشبندیہ سے مستفیض ہوئے ـــ (در اصل) وہ (اپنے وقت کے) شیخ حرم تھے ـــ کبار صوفیاء میں سے تھے اور صاحب تصانیف عالیہ تھے۔

میرے پیر و مرشد نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ تاج الدینؒ نے فرمایا ہے کہ "حقیقت کعبہ" حقیقت انسانیت سے اونچی ہے اور "حقیقت محمدیہ" حقیقت کعبہ سے بھی بلند ہے۔

شیخ تاج الدینؒ نے بدھ کے دن مغرب سے پہلے ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۰۵۰ھ کو انتقال فرمایا اور جمعرات کے دن ۲۴ر جمادی الاولیٰ کو مکہ معظمہ میں حرم شریف کے نزدیک اُس رباط میں جس کو خود بنایا تھا مدفون ہوئے ـــ زار و تبرک ہے ـــ (اسراریہ قلمی)

نزہۃ الخواطر جلد خامس (قلمی) سے — عالی جناب حکیم سید عبد الحئی صاحب رائے بریلوی

ثم لکھنوی نے اپنی معرکۃ الآرا تالیف نزہۃ الخواطر[۱] کی پانچویں جلد میں (جس میں گیارہویں صدی ہجری کے اعیان و اکابر ہند کا تذکرہ ہے) حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی کا بہت تلاش سے مکمل تذکرہ لکھا ہے، اس سے بہت سی وہ باتیں معلوم ہوئیں جو دوسری جگہ سے معلوم نہ ہو سکی تھیں۔

ذیل میں اس تذکرہ کا ہو بہو ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

الشیخ العالم العارف تاج الدین بن زکریا بن سلطان العثمانی النقشبندی الحنفی السنبھلی الولی المشہور، آپ شہر سنبھل میں پیدا ہوئے[۲] وہیں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ وہیں علم حاصل کیا۔ بعدہ کسی شیخ طریقت کی تلاش میں بہت سے شہروں کی خاک چھانی۔ جب اجمیر پہونچے وہاں حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری کی روحانیت سے نفی و اثبات کا طریقہ اس کیفیت مخصوصہ کے ساتھ جو سلسلہ چشتیہ میں رائج ہے اور جس کو "پاس انفاس" کہتے ہیں — سیکھا — وہاں سے حکم ہوا کہ ناگور پہونچ کر ذکر میں مشغول رہو۔ ناگور میں شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کی قبر مبارک ہے — چنانچہ ناگور پہونچے اور مدت تک وہاں اقامت گزیں رہ کر ذکر میں مشغول رہے — اس کے بعد پھر طلب شیخ میں نکل کھڑے ہوئے پہاڑوں جنگلوں، وادیوں میں گھومتے رہے — بالآخر شیخ اللہ بخش شطاری گڈھ مکتیشری کی خدمت میں پہونچے شیخ موصوف بڑے تپاک سے اُن سے ملے اور یوں فرمایا میں تمہارا منتظر تھا حضرت گڈھ مکتیشری

---

[۱] حکیم سید عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی نے اعیان و اکابر ہند کی مبسوط و مکمل تاریخ عربی زبان میں لکھی ہے۔ نزہۃ الخواطر اس کا نام ہے۔ ہر صدی کے متعدد مقالات کے علماء و مشائخ کا تذکرہ اس میں موجود ہے۔ اس کی شاید دو تین جلدیں اب تک شائع ہوئی ہیں باقی کئی جلدیں جن میں ہزاروں اکابر کے حالات ہیں ابھی زیور طبع سے مزین نہیں ہوئیں۔ حکیم صاحب مرحوم کو تاریخ و جغرافیہ، سیر و تذکرہ، علم انساب و علم رجال میں جو کمال حاصل تھا اس کا اندازہ مورخین عالم اس وقت لگا سکیں گے جب یہ علمی و تاریخی انسائیکلوپیڈیا تمام شائع ہو کر سامنے آئے گی۔ خدا کرے یہ علمی تحفہ جلد شائع ہو جائے۔
میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کے قلمی نسخے سے نقل کر کے یہ جواہر پارے مجھے عنایت فرمائے۔

[۲] بعد کو معلوم ہوا کہ سنبھل میں پیدا نہیں ہوئے جیسا کہ رسالہ تاج العارفین سے پتہ چلتا ہو بلکہ سارن (علاقہ بہار) نزد جون پور کے رہنے والے تھے شاید وہیں پیدا ہوئے بعد کو اپنا وطن سنبھل بنا لیا تھا۔ نسیم احمد فریدی عفی عنہ

عہ نزہۃ الخواطر الحمد للہ دائرۃ المعارف حیدر آباد کی طرف سے مکمل شائع ہو گئی ہے۔ ناشر

کا یہ دستور تھا کہ اس وقت تک کسی کو طریقہ کی تعلیم نہیں دیتے تھے جب تک اس کو خدمات وریاضات شاقہ سے آزما نہ لیتے تھے ــــ وہ ایسی خدمت لیتے تھے جس سے نفس کو شکستگی اور تزکیہ حاصل ہو جائے، چنانچہ ان کے سپرد یہ کام کیا کہ باورچی خانہ کے لیے پانی بھرا کریں ــــ انھوں نے اپنی طاقت سے زیادہ اس کام کو انجام دیا، جب اس طرح تین مہینے گذر گئے تو شیخ موصوف نے فرمایا کہ اب تمہارا کام پورا ہو گیا۔ پھر ان کو طریقہ عشقیہ (شطاریہ) کی تلقین کی۔ یہ اس طریقہ کے اشغال میں مشغول رہے اور برابر مرشد کے قدموں میں پڑے رہے، یہاں تک کہ کمال وتکمیل کے درجہ کو پہونچ گئے ــ پھر شیخ نے طریقہ عشقیہ وقادریہ وچشتیہ ومداریہ کی اجازت مرحمت فرمادی.... طریقہ کبرویہ میں روحانیت شیخ نجم الدین کبریٰ سے اجازت حاصل ہوئی۔

آپ نے دس سال تک اپنے شیخ کی خدمت کی۔

جب حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی لاہور گئے تو حضرت خواجہ نے آپ کو ایک مکتوب لکھا۔ اس وقت آپ سنبھل میں تھے، جب مکتوب گرامی ان کو ملا فوراً حضرت خواجہ کی خدمت میں پہونچنے کا قصد کیا جب وہاں پہونچے تو حضرت خواجہ نے آپ کو اکابر نقشبندیہ کا سلوک طے کرایا تین دن میں اس سلسلہ کا تمام سلوک آپنے طے کرایا پھر حضرت خواجہ نے ان کو مرید کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ وہ خوش نصیب ہیں جن کو سب سے پہلے حضرت خواجہ نے اجازت عنایت فرمائی۔ آپ نے دس سال تک حضرت خواجہ کی صحبت اٹھائی۔

حضرت خواجہ وشیخ ایک جان دو قالب تھے ــــ کمال کی بات یہ ہے کہ یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ ان دونوں میں کون محب ہے اور کون محبوب، ایک پیالہ میں دونوں کھاتے تھے ایک تخت پر دونوں سوتے تھے۔

جب حضرت خواجہ کی وفات ہو گئی تو یہ بہت غمگین ہوئے اور سیاحت کی طرف مائل ہو گئے ــــ بلاد ہند عراق اور عرب کی سیاحت کی آخر میں مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔

ابن فضل اللہ محبی نے خلاصۃ الاثر میں آپ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:۔

نہ یہ طریقہ نقشبندیہ کے شیخ کامل تھے ۔۔۔ پُر رعب تھے ۔۔۔ مریدوں کی اچھی طرح تربیت
کرتے تھے وصول الی اللہ کی رہنمائی میں ماہر تھے ۔ اپنے مریدوں اور ملنے والوں سے خندہ
پیشانی سے پیش آتے تھے ۔ اُستاد احمد ابو الوفا اور ان کا لڑکا اور شیخ محمود مرزا ابن محمد المعروف
السروجی الدمشقی اور امیر یحییٰ بن علی باشا وغیرہم نے آپ کی صحبت اٹھائی ۔۔۔ بہت سی کتابیں
آپ نے تالیف کیں جن میں چند یہ ہیں ۔

(۱) عارف جامی کی کتاب نفحات الانس کا عربی ترجمہ (۲) رشحات کا عربی ترجمہ

(۳) رسالہ طریقہ نقشبندیہ ۔ اس میں حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے کلمات مشہورہ کو جمع کر کے
ان کی بہترین شرح لکھی ہے ۔ (۴) الصراط المستقیم

(۵) نفحات الالٰہیہ (۶) جامع الفوائد

آپ کی سوانح عمری آپ کے تلمیذ و داماد سید محمود[۱] بن اشرف الحسینیؒ نے ایک رسالہ میں لکھی
ہے جس کا نام "تحفۃ السالکین فی ذکر تاج العارفین" ہے ۔ مد
محبی نے تحفۃ السالکین سے نقل کر کے آپ کی بہت سی کرامات بھی لکھی ہیں جن کا ذکر طول
سے خالی نہیں ہے شیخ احمد نخلی مکیؒ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے ۔
یہ شیخ تاج الدینؒ ولی خدا اور عارف باصفا تھے مکہ مکرمہ میں ۱۰۴۲ھ میں آگئے تھے اور یہاں
مدت تک قیام کر کے وفات پائی ۔

---

[۱] سید محمود بن اشرف دانشمند حسینیؒ امروہہ کے رہنے والے تھے ۔ شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے مرید اور داماد تھے ۔ جامع
علوم و فنون اور مقتدائے وقت تھے ارشاد و ہدایت کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی بھی کرتے تھے ان کے دونوں صاحبزادے
خواجہ سید محمد اور سید عصمت اللہ (جو کہ شیخ العارفین کے نواسے تھے) بھی صاحب تقویٰ اور صاحب نسبت بزرگ تھے ۔ ان
باپ بیٹوں کے حالات ، اسراریہ ، تذکرۃ الکرام ، تاریخ واسطیہ اور شجرات طیبات مؤلفہ فرخ سیتاپوری
میں مدرج ہیں ۔

شیخ احمد نخلی کی اس عبارت کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے استاذ حدیث شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی سے نقل کیا ہے۔

مسترشدین میں کچھ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے علاوہ ان حضرات نے بھی آپ سے اخذ فیض کیا ہے۔

شیخ عبد الباقی بن زین الزجاجی الزبیدی ــــ شیخ عبد اللہ ابن الشیخ عبد الرحمان الحضرمی العیدروسی شیخ محمد علان ــــ شیخ ابراہیم بن حسن الحنفی الاحسائی ــــ شیخ ابو بکر بن سعید بن ابی بکر الحضرمی ــــ شیخ عبید اللہ بن محمد باقی الدہلوی المعروف بخواجہ خرد، سید محمود بن اشرف الحسینی الامروہی۔

ان کے علاوہ بھی بہت سوں نے آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ کے مصنفات میں علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر ہوا ایک رسالہ ہے جس میں رنگ برنگ کھانوں کا ذکر اور ان کے پکانے کی ترکیب درج ہے۔ ایک اور رسالہ ہے جس میں درختوں کے نصب کرنے کا طریقہ ہے، ایک اور رسالہ ہے جس میں طبی معلومات ہیں، ان رسالوں کا ذکر سید محمود بن اشرف الحسینی الامروہی نے تحفۃ السالکین میں کیا ہے ــــ آپ کے کلمات طیبات میں سے یہ چند جملے بھی ہیں جو آپنے رسالہ طریقہ نقشبندیہ کے شروع میں تحریر کیے ہیں۔

جان تو اللہ تجھے توفیق نیک دے کہ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے معتقدات وہی ہیں جو اہل سنت و جماعت کے ہیں اور ان کا طریقہ دوام عبودیت ہے جس کے بغیر ادائے عبادات متصور نہیں ــــ دوام حضور مع الحق۔ اسی کو کہتے ہیں اور یہ سعادت عظمیٰ بغیر تصرف جذبۂ الٰہیہ حاصل نہیں ہو سکتی اور جذبہ الٰہیہ کے حصول کا ذریعہ صحبت شیخ کامل سے بہتر اور کوئی ہو نہیں سکتا شیخ ابو علی دقاق نے فرمایا ہے کہ وہ درخت جو خود رو ہوتا ہے اس میں اول تو پھل ہی نہیں آتے اور اگر آتے بھی ہیں تو بے مزہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ کوئی نہ کوئی سبب موجود ہو، جس طرح ظاہری ..

توالد و تناسل بغیر ماں باپ کے حاصل نہیں ہو سکتا اسی طرح معنوی توالد بھی بغیر مرشد کے مشکل ہے۔

آپ نے بدھ کے دن قبل غروب [1] ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۴۲ھ میں وفات پائی اور جمعرات کے دن صبح کو اس قبر میں جو کوہ قعیقعان اندرون زعیفران پر واقع ہے مدفون ہوئے۔

استدراک :- حضرت تاج العارفین سنبھلیؒ سے متعلق بعد میں اسراریہ اور مناہج الاصول قلمی کتب سے جو ایک دو باتیں معلوم ہوئیں آخر میں اُن کا بھی اضافہ کرتا ہوں۔

(۱) صاحب اقتباس الانوار محمد اکرم براسوی اپنی کتاب مناہج الاصول میں جس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ قاضی سید احمد شاہ صاحب رامپوری زید مجدہم میں موجود ہے، منہج سوم کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"در بیان سلوک طریقہ شریفہ نقشبندیہ بطور شیخ المشائخ تاج الاولیا شیخ الہند والعرب والعجم حضرت شیخ تاج جونپوری سنبھلی قدس سرہ خلیفہ اعظم و صاحب سجادۂ ... حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کہ از آنحضرت بخلیفہ اعظم وے ... قطب العارفین حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہ رسید۔ از وے بحضرت شیخ محمد صادق و از وے بحضرت شیخ داؤد و از وے بقطب الاولیا حضرت شیخ سوندھا قدس اللہ اسرارہم و از وے بفقیر محمد اکرم براسوی کہ محرر این سطور است معنعناً رسیدہ"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلوک نقشبندیہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ سے شیخ ابو سعید گنگوہیؒ کو پہونچا تھا اور وہ اس سلسلہ میں حضرت تاج العارفینؒ کے خلیفہ و مجاز تھے۔

(۲) مؤلف اسراریہ نے حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے ایک صاحبزادے شیخ نور محمد عارف کا ذکر کیا ہے جنھوں نے ۱۰۵۱ھ میں اپنے والد سے پانچ روز پہلے انتقال کیا۔

اسراریہ میں ایک دوسرے صاحبزادے محمد معاذ سنبھلی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

"محمد معاذ سنبھلی ۱۰۶۰ھ میں ہندوستان آئے اور صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں تحائف و تبرکات مکہ معظمہ پیش کیے۔ بادشاہ خوش ہوا اور ان کو انعام و اکرام سے نوازا۔"

---

[1] سید کمال الدین سنبھلی اور حکیم صاحب کی پیش کردہ تاریخوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ میرا ذوق ناقص سید کمال کی بتلائی ہوئی تاریخ کو ترجیح دیتا ہے۔ اس وجہ سے بھی کہ سید کمال اُن کے ہم وطن اور ہم عصر ہیں۔

خواجۂ ابرارؒ

خواجہ حسام الدین احمدؒ

سید کمال سنبھلیؒ اسراریہ میں لکھتے ہیں:۔

خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ کبار اصحاب خواجہ باقی باللہ اور عظمائے اہل تصوف سے ہیں ــــ ان کا نسب خواجہ حسن بصریؒ تک پہنچتا ہے ــــ خیر المتقین امام زاہد ان کے اجداد مادری میں سے ہیں۔ ان کے آباد کرام میں سے بعض سلاطین تیموریہ کے مصاحبین میں اور بعض امرادیں سے ہوئے ہیں ــــ ان کے اجداد میں ببلک شاہ نامی ۔ صاحب قرآن (تیمور) کے یہاں بہت کچھ عزت و آبرو رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ بات ان فرامین سے جو ان کے نام صادر ہوئے تھے ظاہر و ہویدا ہے۔

ان کے والد ماجد ــــ میر نظام الدین احمدؒ غازی خاں کے لقب سے مشہور اور اکبر بادشاہ کے امراء میں سے تھے۔ میر نظام الدین احمد علم و دانش کے لحاظ سے بھی اکابر علماء وقت میں سے تھے۔

خواجہ حسام الدین احمدؒ ۹۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ "شیخ جنید" ان کی تاریخ پیدائش ہے۔

خواجہ ابرار پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد میر نظام الدین احمدؒ نے دریافت کیا بیٹا! دنیا میں سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ ہونہار لڑکے نے برجستہ جواب دیا

— یادِ خدا — اور — محبتِ خدا — میر نظام الدین احمدؒ نے ۱۰۰۲ھ یا ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی تو بادشاہ نے خواجہ ابرار کو "خدمات شائستہ" کے لائق دیکھ کر زمرہ امراء میں داخل کرلیا — جب ان کو راہ سلوک طے کرنے کا داعیہ پیدا ہوا تو اپنے آپ کو بہ تکلف دیوانہ ظاہر کرکے الٹے الٹے کام کرنے شروع کردیئے جو قاعدۂ و قانون سلطنت کے برخلاف تھے — اسی حالت میں ان کو ایک روز بادشاہ کے سامنے حاضر کیا گیا — نوروز کا دن تھا۔ انھوں نے دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا اور یہ شعر بادشاہ کے روبرو پڑھا ؎

ایں ہمہ طمطراق کن فیکون

ذرۂ نیست پیش اہل جنون

بادشاہ کو جب یہ محسوس ہوا کہ یہ خواہ مخواہ دکھانے کے لئے دیوانہ بن گئے ہیں اور ان کو منصب، امارت پر رہنا منظور نہیں ہے — اس نے ان کو رخصت دیدی اور منصب سے برطرف کردیا۔ چنانچہ انھوں نے قباپوشی چھوڑ کر عباپوشی اختیار کرلی اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے — تھوڑی سی مدت میں مرتبہ کمال و تکمیل حاصل کرلیا۔"

میرے شیخ (خواجہ خردؒ) نے فرمایا کہ خواجہ حسام الدین احمدؒ نے فرمایا — جس دن اکبر بادشاہ نے مجھے نوکری سے برطرف کرکے جاگیر و منصب سے مجھ کو بے دخل کیا ہے اس دن کی سی خوشی مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ میرے شیخ نے فرمایا — کہ خواجہ حسام الدین احمد کو ترک ملازمت کے وقت شاہ ابوالمعالی قادریؒ لاہوری نے یہ شعر لکھ کر روانہ کیا تھا ؎

در عالم پیر ہر کجا برنائیست

عاشق بادا کہ عشق خوش سودائیست

میرے شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ خواجہ حسام الدین احمدؒ نے ایک رات حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں ــــ تمہارا باپ مقبول ہے اور تم اس سے زیادہ مقبول ہو جاؤ گے۔"

میرے شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ باوجودیکہ خواجہ ابرارؒ حضرت خواجہ بزرگ سے اجازت یافتہ تھے۔ لیکن "مشیخت وارشاد" کی جانب متوجہ نہیں ہوئے ــــ انھوں نے ایسی روش سے زندگی بسر کی کہ باید و شاید ــــ عشقِ الٰہی کا ان پر بڑا غلبہ تھا، انھوں نے وہ وہ اعمال و وظائف انجام دیئے کہ ہر کسی سے اس کا انجام دینا مشکل ہے۔ ان کی علو استعداد اور قوتِ باطن ــــ سبحان اللہ ــــ بعد وصال خواجہ بزرگؒ یہ ان کے جانشین کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کو حضرت خواجہ بزرگؒ کے ساتھ ایک خاص نسبت تھی ــــ یہ ہمیشہ پیر و مرشد کی گفتگو سننے کے مشتاق رہتے تھے۔"

میرے شیخ نے فرمایا کہ ــــ ایک مرتبہ خواجہ بزرگؒ نے خواجہ حسام الدین احمدؒ اور شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے درمیان فرق بیان فرمایا تھا کہ خواجہ "علم و معرفت" میں زیادہ ہیں اور شیخ "حال و سکر" میں۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ ــــ خواجہ ابرار نے مجھ کو خواب میں بیعت کیا جب میں نے ان سے تعلیم طریقہ کی درخواست کی تو فرمایا کہ اس کو تم خود جانتے ہی ہو۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ ــــ میں نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ ابرارؒ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔"

میرے شیخ نے فرمایا ــــ کہ خواجہ ابرارؒ سے میں نے دریافت کیا کہ محبت افضل ہے یا معرفت؟ فرمایا محبت افضل ہے۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ خواجہ بزرگؒ نے وصال کے وقت اپنے دست مبارک کو خواجہ ابرارؒ کے چہرے پر رکھا تھا اور ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ ــــ الحمد للہ وللمنۃ ــــ یہ حقیر جو کچھ ایمان وعلم اور طریقہ درویشی رکھتا ہے وہ خواجہ ابرار کی عنایات کے طفیل میں ہے۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ ایک روز خواجہ ابرارؒ سے دریافت کیا گیا کہ فلاں جوان نے فلاں لڑکی کو پیغام نکاح دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ وہ جوان فن سباحت (پیراکی) جانتا ہے، اس (بظاہر اٹکل بے جوڑ) بات کو سن کر سب کو تعجب ہوا ــــ پھر یہی سوال کیا گیا۔ دوبارہ بھی یہی جواب دیا کہ وہ فن سباحت جانتا ہے؟ آخر کار نافہمی میں اس جوان کے ساتھ نکاح کر دیا گیا۔ چند دن نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ جوان غسل کرنے کے لئے دریا میں اترا اور پانی میں ڈوب کر مر گیا۔"

جب خواجہؒ ابرارؒ کی عمر کا آخری سال آیا تو ایک دن اپنے لڑکے خواجہ سراج الدین محمد سے فرمایا کہ جس وقت میرے باپ دنیا سے رخصت ہوئے تھے میں پندرہ سال کا تھا اور آج تم بھی پندرہ سال کی عمر رکھتے ہو ــــ اسی زمانہ میں آگرہ میں بیمار ہوئے بستر علالت پر لیٹے لیٹے مولانا جامیؒ کی یہ غزل پڑھنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ پڑھی گئی۔

اے دلِ من صیدِ دامِ زلفِ تو	دامِ دلہا گشتہ نامِ زلفِ تو
زلفِ تو بالائے مہ دارد مقام	پس بلند آمد مقامِ زلفِ تو
لائقِ رخسارِ گلرنگِ تو نیست	جز نقابِ مشکِ خامِ زلفِ تو
داد تشریفِ غلامی بندہ را	زلفِ تو اے من غلامِ زلفِ تو
رم کند از دامِ مرغاں۔ وین عجب	جانِ بے آرام درامِ زلفِ تو

بند شد در زلفِ تو دلہا تمام   دام و بند آمد تمام زلفِ تو

صبحِ اقبال است طالع ہر نفس
بندہ جامی راز شامِ زلفِ تو

کہتے ہیں کہ ان کے آخری وقت میں قاضی افضل نے جو ایک عالم فاضل شخص تھے یہ شعر پڑھا۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اس شعر کے پڑھنے سے چونکہ ایک بے موقع تلقین مترشح ہوتی تھی اس لئے خواجہ ابرارؒ (قدرے) چیں بہ جبیں ہوئے۔ اس وقت دوست محمد نام کے ایک صاحب نے فرمایا کہ خواجہ ابرارؒ نے تو جب سے ہوش سنبھالا ہے دنیا سے اپنی آنکھوں کو بند رکھا ہے بلکہ یہ کہو تو مبالغہ نہ ہو گا کہ دنیا کی طرف سے اپنی آنکھیں سی لی تھیں ـــــ اس بات کو سن کر خواجہ ابرارؒ خوش ہوئے اشارے سے تائید کی اور چہرے پر آثار مسرت ظاہر ہو گئے ـــــ اس کے دوسرے دن آگرہ ہی میں یکم ماہ صفر ۱۰۴۲ھ[1] کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ کچھ مدت بعد ان کے تابوت کو دہلی میں لا کر قبر خواجہ بزرگؒ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

---

[1] مزارات اولیاء دہلی میں سال وفات ۱۰۱۲ھ لکھا ہے جو قطعاً غلط ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تو تلاش کرتا کرتا خواجہ حسام الدین احمدؒ کی قبر کی زیارت سے بھی مشرف ہوا۔ قبر کے سرہانے پتھر پر بھی ۱۰۱۲ھ سال وفات کندہ ہے۔ غالباً یہ کتبہ مذکورہ بالا کتاب سے ماخوذ ہو گا۔ تعجب ہے کہ ایسے ایسے مشاہیر کے سوانح سے ایسی غفلت برتی گئی ہے۔ کم از کم "زبدۃ المقامات" کو ہی دیکھ لیا ہوتا کہ مولانا کشمیؒ خواجہ حسام الدین احمدؒ کے تذکرے کے آخر میں لکھ رہے ہیں کہ ۱۰۲۴ھ میں ان کی عمر کچھ اوپر ساٹھ سال ہے۔ پھر ۱۰۱۲ھ میں کیسے وفات ہوئی۔

شیخ جنید ان کی تاریخ ولادت تھی۔ میں نے تاریخ وفات ان الفاظ سے نکالی۔ "شیخ جنید ما کجا" اور یہ قطعہ بھی میں نے کہا ہے ؎

سالِ ولادتِ بزرگ خواجہ حسام دین و حق
شیخ جنید گفتہ اند بر حسبِ کمال او
روزِ وصال او بدہ شنبۂ غرۂ صفر
شیخ جنید ما کجا۔ گفت کمال سالِ او

آخر میں سید کمال سنبھلی ؒ لکھتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے پیر و مرشد خواجہ خردؒ کے دربار فیض آثار میں بیٹھا تھا کہ خواجہ حسام الدین احمد تشریف لائے۔ پیر و مرشد سے میرے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ جوان کون ہے؟ پیر و مرشد نے جواب دیا کہ یہ فقیر کے نیاز مندوں میں سے ہے اور بھی کچھ فرمایا۔ میں ادب سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ خواجہ ابرار میرے اوپر گہری نظر ڈال رہے تھے، اور یہ شعر شوق تمام کے ساتھ پڑھ رہے تھے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر کل

اس شعر کے سننے سے میرے دل پر عجیب اثر ہوا۔

میرے شیخ نے ایام شباب میں تفسیر بیضاوی کے بعض مواقع کی شرح لکھی تھی۔ اس میں عجیب عجیب حقائق و دقائق تھے۔ اس شرح کو میرے شیخ خواجۂ ابرار کے پاس لے گئے۔ جب انھوں نے اس کو پڑھا بہت خوش ہوئے، شاباش دی اور شکر خدا بجا لائے اور یوں فرمایا کہ خواجم! یہ ملکہ جو تمھیں حاصل ہوگیا ہے ایک خاص عطیۂ الٰہی ہے لیکن مصلحت یہ ہے کہ کچھ عرصے یہ باتیں اپنے پاس رکھو کسی کو نہ دکھلاؤ تاکہ تم حاسدوں کی نظر بد سے محفوظ رہو۔

نظر بد کا ثبوت سورہ یوسف کی ایک آیت سے مل رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔
یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

ایک دن خواجہ ابرار کے سامنے تصوف کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی انھوں نے میرے شیخ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ اس علم کے حقائق و دقائق پورے طریقے سے خواجہ خردؒ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ یہ علم تصوف جو نادر ہو چکا ہے، آج بتمامہ خواجہ خرد کے حصے میں آگیا ہے۔

زبدۃ المقامات سے

مولانا کشمیؒ تحریر فرماتے ہیں۔
خواجہ حسام الدین احمدؒ۔ حضرت خواجہ کے اونچے درجے کے خلفا میں سے ہیں ان کے والد ماجد قاضی نظام الدین بدخشانی تھے جو کہ مولانا سعید ترکستانی اور مولانا احمد جنید کے شاگرد تھے، خود ان کے بھی بہت سے شاگرد تھے، قاضی نظام الدین بدخشانی نیرنگی تقدیر سے سلطان ہند (اکبر) کے امراء میں شامل ہو گئے تھے۔ ۹۹۲ھ میں قاضی نظام الدین بدخشانی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند خواجہ حسام الدین احمدؒ کچھ عرصے امارت وجاہ کی قید میں گرفتار رہے لیکن امارت وجاہ میں پھنسے ہوئے ہونے کے باوجود ان کا دل فقرا کی محبت سے لبریز تھا۔۔۔ اور دولت فقر کا طالب ۔۔۔ انھیں دنوں میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے اور ان کی ملاقات کی برکت سے شوق درویشی ان پر غالب آگیا۔ حضرت خواجہ اس کے بعد ماوراءالنہر چلے گئے تھے رفتہ رفتہ ان پر درویشی کا خوب غلبہ ہوتا گیا۔ انھوں نے ریاست وامارت کو بالائے طاق رکھا اور ابراہیم ابن ادھم کی طرح جاہ ومال پر لات مار کر موٹا لباس زیب تن کر لیا، سلطان وقت کی ان پر بڑی شفقت تھی۔ علاوہ ازیں رکن السلطنت ابوالفضل کا ان سے

سسرالی[1] رشتہ تھا۔ بادشاہ نے، ابوالفضل نے اور ان کے تمام خاندان نے پوری قوت اس کوشش میں صرف کردی کہ یہ کسی طرح فقر سے امارت اور غنا کی طرف لوٹ آئیں لیکن کسی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اس سلسلہ میں خواجہ ابرار کو بڑی بڑی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں لیکن ان کے پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی ع

سعیِ بیہودۂ اغیار بجائے نرسید

آخر کار گوشۂ فقر و تجرید اختیار کر کے حضرت خواجہ کی واپسی ماوراء النہر کا انتظار کرنے لگے۔ جب حضرت واپس آگئے تو یہ ان کی خدمت بابرکت میں مستقل طور پر پہنچے اور "تعلیم اذکار و مراقبات" کو باقاعدہ حاصل کیا ــــــ کہتے ہیں کہ اس تعلیم کے زمانے میں بھی ابوالفضل مزاحم کار رہا۔ خواجہ ابرار نے تنگ آکر پیر و مرشد کے سامنے اس کی شکایت کی، ارشاد فرمایا کہ مطمئن رہو اس کا (ابوالفضل کا) کام چند روز میں تمام ہوا جاتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، انھیں دنوں میں ابوالفضل قتل ہو گیا۔

دگفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت خواجہ نے شیوۂ جلال کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی ہے بظاہر عتاب کا مظاہرہ کیا ہے لیکن باطن میں نوازش کا معاملہ رکھا ہے۔

چہ خوش نازیست نازِ خوبرویاں

ز دیدہ راندہ را دزدیدہ جویاں

---

[1] یاد پڑتا ہے کہ رود کوثر مولفہ شیخ اکرام میں ابوالفضل کو خواجہ حسام الدین احمد کا بہنوئی بتلایا ہے، یا ممکن ہے برعکس ہو۔ واللہ اعلم بالصواب، بہر حال یہ دونوں سالے بہنوئی تھے۔

بخشیے ناز بے اندازہ کردن
بدیگر چشم عذرے تازہ کردن

سالہا سال "خدمات شائستہ" بارگاہ خواجہ میں انجام دیتے رہے، اور انکی چشم کرم کے صدقے میں اپنے حالات کو درست کیا۔ حضرت خواجہ نے انکو اجازت بیعت بھی مرحمت فرمادی تھی لیکن "فرط آزادگی" سے اس کام کو انجام نہیں دیا، البتہ تعمیل حکم مرشد کے پیش نظر صرف ایک شخص کو "تعلیم ذکر" دے کر پیرو مرشد سے عرض کیا کہ اب سرکار مجھے اس کام سے معذور رکھیں ——
حضرت خواجہ نے جب یہ دیکھ لیا کہ واقعی ان کا ذوق اس جانب مائل نہیں ہے تو ان کے عذر کو قبول فرمالیا اور آہ بھر کر فرمایا انھوں نے اچھا کیا کہ اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کرلیا۔

حضرت خواجہؒ کے مرض وفات میں خواجہ حسام الدین احمدؒ ہی خصوصی تیماردار رہے، اور اس زمانے میں "افاضات کثیرہ" سے بہرہ مند ہوئے حضرت خواجہؒ کی تکفین، تجہیز اور تدفین بھی ان ہی کے مشورے سے عمل میں آئی پیر بزرگوار کے بعد ان کی خانقاہ میں اپنے پیر بھائیوں اور پیرزادوں (خواجہ کلاںؒ اور خواجہ خردؒ) کی برابر خدمت کرتے رہے۔ ان کی سعی صاحبزادگان کے حق میں مشکور ہوئی کہ مخدوم زادے ان کی توجہ کی برکت سے کسی قابل ہو گئے —— حضرت مجدد الفؒ ثانی نے اس مکتوب میں جو اپنے پیر زادوں کے نام لکھا ہے ان دعائیہ الفاظ کے ساتھ خواجہ حسام الدین احمد کا شکریہ ادا کیا ہے۔

معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمدؒ را	اللہ تعالیٰ خواجہ حسام الدین احمدؒ کو جزائے
حق سبحانہ از ما جزائے خیر دہاد کہ منت ما	خیر دے کہ انھوں نے ہمارے کام کو اپنے اوپر

مقصران را بر خود التزام نمودہ کمر ہمت را در خدمت عتبہ علیہ بستہ اندو ما دور افتادگاں را فارغ ساختہ۔

لازم کرلیا اور کمر ہمت کو آستانہ خواجہ پر خدمت کیلئے باندھ کر ہم دور افتادوں کو مطمئن اور فارغ البال کردیا ہے۔

مولانا کشمیؒ لکھتے ہیں ـــــ جناب خواجہ حسام الدین احمد کا دستور العمل یہ ہے کہ نماز فجر مسجد فیروزآباد میں ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر مراقبہ کرتے ہیں، بعدہٗ صلوٰۃ اشراق پڑھ کر پیرو مرشد کے مزار پُرانوار کی جانب روانہ ہوجاتے ہیں۔ یہ جگہ شہر فیروزآباد سے باہر تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے تمام دن وہاں پر تلاوت، عبادت اور مراقبے میں گزار دیتے ہیں، ہر روز پندرہ سیپارے قرآن کے تلاوت کرتے ہیں اور چند احادیث مشکوٰۃ المصابیح کی مع ترجمہ مطالعہ کرتے ہیں۔ نماز عصر وہیں ادا کرکے اپنے بال بچوں کی خبر گیری اور دیکھ بھال کے لئے اپنے مکان پر آجاتے ہیں ـــــ لیکن اگر کوئی مہمان مکان پر آجاتا ہے اور ان کو خبر کردی جاتی ہے تو اس دن کے معمولات مختصر کرکے مقررہ وقت سے پہلے ہی مکان تشریف لے آتے ہیں اور اپنے مہمان کی دلجوئی اور اکرام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

شفقت علیٰ خلق اللہ اس درجہ ہے کہ باوجود اس نفرت کے جو ان کو حکام اور رؤسا سے ہے ہمیشہ ان کے سفارش نامے غریبوں کی حاجت روائی کے لئے امرا کے پاس پہونچتے رہتے ہیں۔ بعض مخلصوں نے ان سے کہا بھی کہ دیکھئے ہمارے علم میں ہے کہ بعض تونگروں نے آپ کی تحریر سفارش کو بنظر حقارت دیکھا ہے۔ آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ آپ سفارش نہ لکھا کریں ـــــ اس کہنے پر بھی جب کوئی سائل آتا ہے اور سفارش چاہتا ہے تو ان کی شفقت خلق کا تقاضہ یہ ہو جاتا ہے کہ تمام مصلحتوں سے قطع نظر کرکے

فوراً سفارش اس کو لکھ دیں۔ اس معاملہ میں وہ اپنے پیر و مرشد کے قدم بہ قدم ہیں کہ وہ بھی سفارش لکھ کر بادشاہوں سے غریبوں کے کام کرایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ خواجہ ابرار کے فرزندوں نے اپنے ابّا جان سے عرض کیا کہ "حفظ آبرو" بھی ضروری چیز ہے (آپ سفارش نہ لکھا کریں) اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنی "آبرو" (کی مدد) سے کوئی پن چکی چلانی تھوڑی ہے ایسی آبرو کس کام کہ جس سے کشتِ دلہائے مسلمانان شاداب و سیراب نہ ہو۔

حضرت خواجۂ بزرگ کے بعد ان میں اور حضرت مجدد صاحب میں چند روز یک گونہ ملال ایک بات پر ہو گیا تھا۔ خدا کے فضل سے آخر اس ملال کا غبار دل سے ہٹ گیا اور آپس میں اخلاص و صفائی کا عملدرآمد ہو گیا۔ یہاں تک کہ اپنے بڑے لڑکے کو انھوں نے حضرت مجدد کے آستانے پر تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجا حضرت مجددؒ نے اپنی نظرِ عنایت ان صاحبزادے کے حال پر مبذول فرمائی۔

خواجہ ابرار نے شیخ تاج الدین سنبھلی کو ان کے ایک خط کے جواب میں جو مکتوب لکھا ہے، اس سے بھی یہ حقیقت ظاہر ہو رہی ہے اس مکتوب کے آخر میں ہے۔

"بحمد اللہ کہ فقیر زادوں کو دوسری سعادتوں کے ساتھ ساتھ "طلب صادق بھی بہم پہونچ گئی ہے مجھے یہ تجربہ ہوا ہے کہ سفر کرنا اور ماں باپ سے دور رہنا لڑکے کی تربیت کے حق میں مفید ثابت ہوتا ہے شیخ الہ داد کی اجازت سے میرا لڑکا سرہند پہونچ گیا ہے۔ اس کے خطوں سے اس کی سعادت اور حضرت شیخ احمد سرہندی کی اس پر نظرِ عنایت کا پتہ چلتا ہے۔ مناسب وقت میں دعا اور توجہ سے سرفراز فرمائیں۔

(دیگر آں کہ) مخدومی شیخ احمد (سرہندی) مدظلہ سے اپنے پیر دستگیر کے مریدوں اور خاندان سے جو اخلاص کا معاملہ دیکھا جا رہا ہے وہ موجب ہزار شکر ہے۔ "الطاف الٰہی" اور "ترقیات عظیم" ان کے اندر جلوہ نما ہیں اور خوبی یہ ہے کہ یہ الطاف "خلعت شریعت" میں ظہور پذیر ہیں۔ ظاہر شریعت کی وہ اس قدر رعایت کرتے ہیں کہ ان کے دشمن اور منکرین بھی اس معاملے میں ان پہ انگلی نہیں اٹھا سکتے ان کے معتقدوں کا کیا پوچھنا وہ بہت ہیں اور خوب ہیں اور خوب تر ہوتے جا رہے ہیں۔"

مولانا محمد ہاشم کشمی کہتے ہیں کہ میں برہان پور سے جب سرہند حضرت مجدد صاحب کی خدمت میں جا رہا تھا تو دہلی میں خواجہ حسام الدین احمد سے بھی ملا تھا۔ اس وقت بہت سے نصیحت آمیز کلمات ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ آستانہ مجددیہ پہنچنے کا قصد کر رہے ہو، حق یہ ہے کہ ہماری نظر میں آج روئے زمین پر کوئی ایسا مربی نہیں جو طالبان حق کی تربیت ان جیسی کر سکے۔ اس لئے کہ وہ علم دین میں بھی رتبہ بلند رکھتے ہیں اور اتباع سنت میں بھی بہت اونچے ہیں۔ نیز راہِ باطن کی تمام نشیب وفراز سے واقف ہیں..... اگرچہ حضرت خواجہ کے دوسرے خلفاء بھی "نسبت خاص" سے مالامال ہیں اور خدا کے فضل سے طالبین کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔ لیکن جو اوصاف مذکور ہوئے ان میں خواجہ احمد منفرد وممتاز ہیں۔

جب قلعۂ گوالیار کی محبوسی کے بعد حضرت مجدد صاحبؒ لشکر سلطانِ وقت (جہانگیر) کی قید رفاقت میں آگئے اور اس قید رفاقت سے بھی رہا

ہونے کی خبر گرم تھی اس سلسلے میں خواجہ حسام الدین احمدؒ کو حضرت مجددؒ صاحب نے چند کلمات بطور خوش خبری لکھے تھے۔ اس کے جواب میں خواجہ ابرارؒ نے جو اخلاص نامہ لکھا ہے اس کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

"عنایت نامہ جو ارسال فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے خوشی اور مشرف ہوا اور جو خوش خبری آزاد اور رہا ہونے کی تحریر فرمائی ہے کیا عرض کروں کہ اس کو پڑھ کر کس قدر مسرت میرے دل کو حاصل ہوئی۔ کیا اچھا ہو کہ جناب عالی یہ نصب العین بنا لیں کہ لشکر سے آنے کے بعد دہلی کو اپنے مستقل قیام سے نوازیں گے اور اس شہر کو اپنے وجود اقدس سے منور و معمور فرمائیں گے اگر ایسا ہوا تو زہے قسمت آپ یہاں کے "کاہلوں" اور "بازماندوں" کو کام پر لگا دیں گے اور ایک مرتبہ پھر "گرمی ذوق" اور "چاشنی طلب" کا دور دورہ ہو جائے گا اور اس ذریعہ سے "خوشبہائے تازہ" اور "شگفتگیہائے بے اندازہ" کا ظہور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جلد آپ کے دیدار فیض آثار سے محبتوں کو شاداں فرمائے اور جس طرح کان رہائی کی خبر سن کر محظوظ ہوئے ہیں آنکھیں بھی آپ کے دیدار سے فیضیاب ہوں اور اپنا حصہ پالیں۔ زیادہ کیا لکھوں آپ کا سایہ دراز رہے۔

مولانا کشمی لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد صاحب کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمدؒ نے میرے پاس جو تعزیتی مکتوب بھیجا ہے اس سے بھی فرط اخلاص واضح ہوتا ہے۔ اس مکتوب کے چند جملے یہ ہیں۔

ولایت دستگاہ حضرت مخدومی علیہ الرحمۃ کے انتقال سے صرف

مخلصین و خدام کو ہی صدمہ نہیں پہونچا بلکہ جو شخص اسلام سے کچھ بھی حصہ رکھتا ہے وہ اس حادثہ جگر سوز سے ملول واندوہگیں ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ آں عزیز کو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہئے کہ حضرت مخدومی کے برکات و کمالات سے فیض حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔"

مولانا کشمیریؒ لکھتے ہیں کہ خواجہ حسام الدین احمد میرے حال پر بڑا کرم فرماتے ہیں بہت سے نامہ ہائے مبارک احقر کے نام بھیجتے رہے ہیں جس زمانے میں احقر حضرت مجدد صاحبؒ کے آستانے پر مقیم تھا تھوڑے تھوڑے عرصے بعد ایک نہ ایک نصیحت نامہ ان کا میرے پاس آتا رہتا تھا اور اس میں استقامت خدمت اور آداب صحبت کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی۔ بعض دفعہ وہ خواب میں بھی آئے ہیں اور نصیحت فرما گئے ہیں۔

میرے اشعار ان کو بہت مرغوب ہیں اکثر خطوط میں وہ اشعار طلب فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کی خدمت میں پہونچا تو فرمایا کہ کوئی تازہ نتیجۂ فکر ہو تو سناؤ، میں نے ایک رباعی سنائی۔ بہت پسند فرمائی۔ ایک مرتبہ جب احقر کو معلوم ہوا کہ ان کو سفر حجاز کا شوق ہو رہا ہے تو حسب حال یہ رباعی کہہ کر ان کی خدمت میں ارسال کی۔

تا شیشۂ دل قبلہ نمائی نکند　　تن جانب کعبہ رہ گرائی نکند

ایں کاہ تن از خویش نیاری برخاست　　تا خاک حجاز کہربائی نکند

یہ رباعی بھی ان کو پسند آئی۔

مولانا کشمیریؒ لکھتے ہیں کہ میں ایک دن ان کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے امراء و اغنیائے زمانہ کی شکایت شروع کردی

کہ یہ لوگ فقراء سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور اس گروہ کی ایسی عزت نہیں کرتے جیسا کہ زمانہ سابق میں امراء ان کی عزت کیا کرتے تھے۔

خواجہ حسام الدین احمدؒ نے فرمایا کہ اے برادر اس بات کو حکمت الٰہی پر محمول کرو، اس زمانے کے فقراء کے حق میں یہ بہت ہی اچھی بات ہے کہ امراء ان کی طرف متوجہ نہیں ہیں ـــــ پہلے زمانے کے فقراء بھی اور طرح کے ہوتے تھے، ان کو دنیا اور اہل دنیا سے اس قدر اجتناب ہوتا تھا کہ اغنیاء جس قدر ان سے تعلقات بڑھانا چاہتے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے وہ اتنا ہی انکی صحبت سے بچتے تھے۔ لیکن ہمارے زمانے کے فقراء میں اکثر ایسے ہیں کہ اگر امراء ان کی طرف مائل ہوں اور راہ مخالطت کھول دیں تو ان درویشوں کی وضع میں اور معمولات میں فتور واقع ہو جائے گا پس یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ اس زمانے کے امراء کی عقیدت کی کمی اور تند خوئی کو فقراء کا محافظ بنا دیا ہے ورنہ بہت سے فقراء زمانہ، امراء کی مخالطت سے اپنے مسلک پر بھی قائم نہ رہتے۔ آخر میں لکھتے ہیں:-

اس وقت ۱۰۴۰ھ ہے خواجہ حسام الدین احمد کی عمر شریف کچھ اوپر ساٹھ سال کی ہے۔ خدا کرے کہ تادیر ان کا سایہ دوستانِ خواجہ باقی باللہ کے سروں پر باقی رہے۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوبات خواجہ ابرارؒ کے نام

حضرت مجدد صاحبؒ نے ان کے نام جو مکتوبات ارسال فرمائے ہیں وہ بہت اہم اور علمی ہیں ـــــ ان مکتوبات کی تعداد حسب ذیل ہے:-

مکتوبات جلد اول میں ـــــ ۹

مکتوبات جلد ثانی میں ـــــ ۳

مکتوبات جلد ثالث میں ـــــ ۳

صاحب زادگان خواجہ باقی باللہ کے نام جو مکاتیب ہیں ان میں سے بھی بعض کے اندر خواجۂ ابرار کا ذکر خیر ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے ایک مکتوب بنام صاحب زادگان میں ان کو مرزا جیو (مرزاجی) لکھا ہے۔ فہرست مکتوبات میں ان کو زیادہ تر مرزا حسام الدین احمد لکھا گیا ہے، ان کے صاحب زادے خواجہ جمال الدین حسینؒ کے نام بھی دو ایک مکتوب پائے جاتے ہیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شیخ الہ دادؒ کے حالات کے ضمن میں ان مکتوبات میں سے بعض کی قدرے تشریح کروں گا۔

شیخ الہ داد دہلوی ؒ

سید کمال سنبھلیؒ اس ۔۔۔ ار یہ میں لکھتے ہیں :-

شیخ الہداد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے اکابر اصحاب میں سے تھے ۔ تہذیب اخلاق، تصفیہ باطن اور دوام حضور کی وجہ سے درجہ کمال کو پہونچے ہوئے تھے۔

میرے شیخ (حضرت خواجہ خردؒ) نے فرمایا ہے ۔۔۔۔۔ کہ شیخ الہدادؒ کی تعریف اُن کی کرامات و خوارق کے لحاظ سے نہیں کرنی چاہیے درحقیقت کرامات و خوارق کو ان کی ذات سے عزت حاصل ہوئی ہے۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ خواجہ ابرارؒ (خواجہ حسام الدین دہلویؒ) فرماتے تھے کہ شروع شروع جب میں نے شیخ الہدادؒ کو غایت صلاح و سلامت اور انتہائی تہذیب صفات و استقامت کے ساتھ مزین دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ انتہاءِ کمال اولیا یہی ہے لیکن اس کے بعد خواجہؒ کی برکتِ صحبت کی وجہ سے اُن کا مرتبہ اس سے کہیں اُونچا دیکھا۔

میرے شیخ نے فرمایا ۔۔۔۔ کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ شیخ الہداد کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ وہ بغایت لطافت کی وجہ سے فرشتہ صفت ہیں ۔۔۔۔ نیز خواجہ ابرار نے شاہجہاں بادشاہ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ بظاہر اس عالم میں ہیں لیکن اُن کے حالات عالم دیگر سے مناسبت رکھتے ہیں۔

میرے شیخ نے فرمایا ۔۔۔۔ کہ میں ایک روز شیخ الہدادؒ کے پاس بیٹھا تھا ۔۔۔۔ اُن

کے دل سے اللہ اللہ کا ذکر اپنے کانوں سے بخوبی سن رہا تھا۔

میرے شیخ نے فرمایا ـــــ کہ حضرت خواجہؒ نے ـــــ (آخر میں) جماعت مریدین کے حالات دریافت کرنے کے لیے شیخ الہدادؒ کو مقرر کر دیا تھا وہ تحقیق کرکے سب کے حالات حضرت خواجہ کی خدمت میں پہونچاتے تھے، ان کو صاحب حلقہ بنا دیا تھا۔

میرے پیر و مرشد نے فرمایا ـــــ کہ حضرت خواجہؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ الہدادؒ نے جلالی محشی رسالۂ قدسیہ سے علم تصوف حاصل کیا تھا لیکن عملی طور پر اس علم کی ان کو تحقیق نہ تھی (تحقیق بعد کو ہوئی)۔

پیر و مرشد نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ـــــ ۱۰۵۱ھ شیخ الہدادؒ کا سن وفات ہے ـــــ وفات سے دو ماہ پیشتر انھوں نے مجھے طلب فرمایا ـــــ بڑے لطف و کرم سے پیش آئے اور یوں فرمایا کہ جو کچھ خواجۂ بزرگ سے ہمیں ملا ہے ہم تم کو دیتے ہیں اور جو کچھ شیخ عبدالقادر جیلانی اور مشائخ چشتیہ کی نسبت ہم کو حاصل ہے وہ ہم تمہاری طرف منتقل کرتے ہیں۔ فقیر (خواجہ خردؒ) نے تواضع کے ساتھ ان کی اس بخشش کو قبول کیا ـــــ اسی موقع پر پیر و مرشد نے یہ بھی فرمایا کہ یہ فقیر شیخی و مولائی حضرت شیخ احمد سرہندی اور شیخ الہدادؒ کی عنایات کو ایک سمجھتا ہے اور ان حضرات کی عنایات کے ساتھ میں نے اپنے لیے اور اپنے احباب کے لیے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔

فرمایا کہ ـــــ خواجہ حسام الدین بھی میرے حال پر کرم فرمایا کرتے تھے ـــــ الحمد للہ ثم الحمد للہ ـــــ مجھے ایسے ایسے بزرگوں کی صحبت حاصل ہوئی ـــــ اجازت نامہ جو شیخ الہدادؒ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس کو میں اپنے لیے ذریعہ نجات تصور کرتا ہوں ـــــ وہ اجازت نامہ یہ ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ والصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ـــــ اما بعد تمام اخوان طریقت کو معلوم ہو کہ فقیر الہداد کو حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے جو کچھ

پہونچا ہے اس کو میں صاحبزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (خواجۂ خورد) کو دیتا ہوں اور اُن کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ میرے بعد جو کوئی بیعت کی غرض سے یا تعلیم طریقت حاصل کرنے کے لیے اُن کے پاس آئے اُنکی درخواست قبول کرلیں اور شجرہ اس کو دے دیں ..... میں فرزند عزیز کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میرے لڑکوں سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے قرابت کا تعلق رکھتے ہیں ــــ حتی الامکان محبت و رعایت کے ساتھ پیش آئیں ــــ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ فرزند عزیز کو احکام شریعت، آداب طریقت اور اطوار حقیقت پر مستقیم رکھے بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر شد بتاریخ ۱۰ شعبان المعظم ۱۰۱۱ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں الہداد توجہ اور حضور میں مثل آب رواں ہیں رکنا جانتے ہی نہیں ــــ اور اس صفت میں وہ منفرد و ممتاز ہیں۔

خواجہ حسام الدین احمد کو ایک مرتبہ حج بیت اللہ کا شوق پیدا ہوا اور اپنے ارادہ کو شیخ الہ داد پر ظاہر کیا ــــ شیخ کو خواب میں یہ آیت نظر آئی وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور اس خواب کا ذکر خواجہ حسام الدین احمد سے کر دیا ــــ خواجہ ابرار اس کے بعد آگرہ پہونچے، دو سال تک وہاں رہے اور ہر چند کوشش کی کہ سفر حج میں کامیاب ہو جائیں کوئی صورت بن نہ پڑی۔

میں (سید کمال سنبھلی) اپنے شیخ کے ہمراہ بار ہا شیخ الہداد کی خدمت میں گیا ہوں اور اُن کے دیدار سے مشرف ہوا ہوں ــــ وہ میرے حال پر بڑا کرم فرماتے تھے۔ ۲۳ شعبان ۱۰۱۵ھ کو شیخ الہداد کی وفات ہوئی۔ اُن کی قبر خواجہ بزرگ کے مزار کے چبوترہ پر ہے، ان کا مادہ تاریخ "جمال" میرے شیخ خواجہ خورد نے "شیخ فانی" نکالا! میں نے سنبھل میں یہی مادہ

۱۰۱۵ھ

نکلا گویا توارد ہو گیا۔ میں نے یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

جنید وقت طیفور زمانی — فرید عصر قطب الدین ثانی
جناب شیخ اللہ داد کو بود — بہ نعمائے ہدایت میزبانی
مہ شعبان روز بست و سوم — شد از دنیا بملک جاودانی
دریغا ہیچ کس از رفتن او — بجز رضوان نکردہ شادمانی
چو پرسیدم ز دل تاریخ فوتش — دلم از غیب گفتا شیخ فانی
۱۰۵۱ھ

شیخ الہدادؒ کی زوجہ کو کچھ دماغی فتور ہو گیا تھا، وہ شیخ کو تنگ کرتی تھیں اور یہ تحمل کرتے تھے ـــــ وہ بی بی سنہ ۱۰۶۳ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئیں ـــــ میں اس زمانہ میں اپنے پیر و مرشد کے پاس دہلی میں مقیم تھا۔ میں نے ان کی زوجہ کی وفات پر یہ مصرع تاریخ کہا۔

فانیہ رفتہ زیں جہاں بجناں
۱۰۶۳ھ

سب نے پسند کیا ـــــ (ماخوذ از اسراریہ قلمی)

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں شیخ الہدادؒ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

شیخ الہداد حضرت خواجہ کے مخصوص اجازت یافتہ حضرات میں سے ہیں ـــــ جس وقت حضرت خواجہ لاہور میں تھے اور ابھی ماوراء النہر نہیں گئے تھے اس وقت شیخ الہدادؒ ان کی خدمت میں پہونچ گئے تھے، ان کی نظر عنایت سے مستفیض ہوئے تھے اور تعلیم طریقہ اور مراقبہ حاصل کیا تھا ـــــ لیکن سفر ماوراء النہر میں کسی مانع کی بنا پر حضرت والا کی رفاقت میسر نہیں ہوئی تھی ـــــ جس قدر مخلصین اس وقت تک لاہور میں موجود تھے۔ حضرت خواجہ سب کو شیخ الہدادؒ کی صحبت و ملازمت کا مشورہ دے کر تشریف لے گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت خواجہؒ کی اس تحریر سے جو انھوں نے اپنے ایک مخلص کے نام بھیجی ہے آشکارا ہوتا ہے۔

ان دنوں سیر ولایت ماوراءالنہر کا داعیہ قوی ہو گیا ہے، چند روز کے بعد اس طرف متوجہ ہو جاؤں گا، شیخ الہداد کی صحبت کو میری عدم موجودگی میں اختیار کرنا ــــ جس کسی کو ان کی صحبت و ملازمت میسر ہو جائے غنیمت ہے ــــ خدا کی قسم میں یہ بات تکلف سے نہیں کہہ رہا ہوں۔"

حضرت خواجہ سے شیخ الہداد نے بعض دقائق و حقائق کے تحریر کرنے کی درخواست کی تھی چنانچہ سفر ماوراءالنہر میں راستے سے حضرت خواجہ نے یہ مکتوب شیخ الہ داد کو ارسال فرمایا۔

"برادر ارشد شیخ الہ داد۔ اپنے دعا گو کی اپنی توجہ سے امداد کرتے رہیں ــــ اس عالم پریشانی اور بے استقامتی میں بے حیائی کی بات ہے کہ سخن تصوف درمیان میں لاؤں اور دقائق طریق کو بتلاؤں ــــ صرف ایک وصیت پر اکتفا کرتا ہوں، تم اس وصیت پر کاربند رہنا۔ وہ یہ ہے کہ تم ہماری طرح "کوچہ گرد" اور "بیاباں بیمانہ" نہ بننا۔ اپنے کو اپنی "نسبت" پر ثابت و برقرار رکھنا اور اس نسبت کو عزیز رکھنا، نسبت "کبریت احمر" سے بھی زیادہ نایاب چیز ہے۔"

جب حضرت خواجہ ماوراءالنہر سے واپس ہوئے تو شیخ الہ داد نے بکمال "عقیدت و شکستگی" حضرت خواجہ کی خدمت اقدس میں رہنا شروع کر دیا۔ مسافروں اور زائروں کے کھانے کا انتظام اور خانقاہ کی خدمت گاری ان ہی کے سپرد ہوئی، پھر کمال یہ کہ اس ذمہ داری کی خدمت پر رہتے ہوئے "اذکار" اور "احوال باطن" سے کبھی غفلت نہیں برتی۔ اپنے پیر و مرشد کی برکت توجہ سے اونچا مقام حاصل کیا صاحب زبدۃ المقامات آخر میں لکھتے ہیں شیخ الہ داد "خوبان روزگار" اور "ارباب فنا و انکسار" میں سے ہیں ــــ ان کو کسی کی غیبت اور عیب جوئی سے کوئی واسطہ نہیں، اپنے کام سے کام ہے ــــ اپنے پیر و مرشد کے مزار پرانوار کے احاطہ میں رہتے ہیں ــــ جب کوئی شخص خواجہ حسام الدین احمد کے پاس طالب بیعت ہو کر آتا ہے تو وہ اس کو شیخ الہ داد کے پاس بھیجدیتے ہیں ــــ خواجہ

حسام الدین احمد اور شیخ الہ داد کے درمیان بہت محبت ہے۔

شیخ الہ داد کا وطن صاحب تذکرۃ الکرام نے شیخ الہ داد کا وطن امروہہ قرار دیا ہے، نیز مشاہیر و اکابر امروہہ میں ان کو شمار کر کے ان کا مختصر سا ذکر بھی کیا ہے علاوہ ازیں انھوں نے شیخ کا مدفن بھی امروہہ میں بتلایا ہے، امروہہ سے وطنی نسبت کے ثبوت میں انہوں نے طبقات شاہجہانی کی حسب ذیل عبارت پیش کی ہے۔

"میاں شیخ الہ داد ابن روہی (امروہی) سلمہ از کبار اصحاب خواجہ زندہ دلاں خواجہ محمد باقی نقشبندی اویسی الست قدس سرہٗ - الخ"

ممکن ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مولد اور وطن امروہہ ہو لیکن دہلی سکونت اختیار کر لی ہو۔

مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں شیخ کو دہلوی لکھا ہے اور ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"الشیخ العالم الصالح الہداد الحنفی النقشبندی الدہلوی" الخ

البتہ یہ بالکل صحیح نہیں ہے کہ ان کا مدفن امروہہ ہے۔ اسرار یہ اور نزہۃ الخواطر میں تصریح ہے کہ وہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے جوار میں دفن ہوئے[1]

تذکرہ علمائے ہند مولفہ مولوی رحمٰن علی مرحوم میں الہ داد نام کے پانچ حسب ذیل علما کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۱) مولانا الہ داد جونپوری (۲) میاں الہ داد لکھنوی (۳) مولانا الہ داد سلطانپوری
(۴) مولانا الہ داد سنگرغانی (۵) مولانا الہ داد امروہی۔

---

[1] تعجب ہے کہ مزارات اولیاء دہلی کے مولف نے شیخ الہ داد کا ذکر تک نہیں کیا، شاید ان کو علم ہی نہیں شیخ الہداد نام کے کوئی بزرگ دہلی میں مدفون ہیں۔

ان میں سے مولانا الہ داد امروہی کے بارے میں لکھا ہے۔

"ملا مستعد و خوش طبع و شیریں سخن خوش صحبت ..... در سال نہصد و نود ہجری در نواحی سیالکوٹ ودیعت حیات کردہ بنواح امروہہ مدفون گشت نور اللہ مرقدہ۔"

(تذکرہ علماء ہند)

امروہہ میں جن الہ داد نام کے بزرگ کا مزار مشہور ہے، غالباً وہ یہی مولانا الہ داد امروہی ہیں جن کا ذکر تذکرہ علماء ہند میں ہے۔ صاحب تذکرۃ الکرام نے مشارکت اسمی کی وجہ سے شیخ الہ داد خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ سمجھ لیا اور اسی بنا پر اُن کا مزار امروہہ میں بتایا ہے۔

حضرت مجددؒ الف ثانی اور شیخ الہ دادؒ

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی زندگی میں دہلی کے تین سفر کیے اور یہ تینوں سفر حصول کمالات رُوحانی کے اعتبار سے بہت کامیاب رہے، حضرت خواجہ بزرگ نے اُن کو بڑی بڑی بشارتیں سنائیں بہت سے احوال کا اُن سے استفسار کیا اور آخر میں "کل کارخانہ اصلاح و تربیت" اُن ہی کے سپرد کر دیا۔[1]

وفات خواجہؒ کی خبر حضرت مجدد کو اُس وقت ملی جب کہ وہ لاہور میں تھے یہ خبر سنتے ہی وہ دہلی حاضر ہوئے یہاں مخدوم زادوں (خواجہ کلاں و خواجہ خرد) اور پیر بھائیوں کی تعزیت تسلی کی ــــــــ اصحاب خواجہؒ نے اپنی شکستگی دل کی "مومیائی" انکی صحبت کی برکت سے حاصل کی۔

حضرت مجددؒ نے اپنے پیر و مرشد کی وصیت کے مطابق اور "یاران دل افگار" کے

---

[1] زبدۃ المقامات میں حضرت خواجہؒ کی تحریری و تقریری شہادتیں اس دعویٰ کے اثبات میں پیش کی گئی ہیں کہ خود حضرت خواجہؒ نے اپنے باکمال مرید حضرت مجدد سے روحانی فوائد حاصل کئے ہیں۔ درحقیقت عدم تحقیق اور کم فہمی نے ہر دو میں خواہ مخواہ کے ہنگامے برپا کئے ہیں۔

التماس پر یہاں رہ کر روحانی خدمات انجام دینے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے لیے پھر وہی رونقیں لوٹ آئیں جو حضرت خواجہ بزرگوار کے زمانہ میں تھیں اور بہت سے فوائد مرتب ہوئے۔ لیکن اس گرمی افادات کے زمانے میں بعض حاسدوں نے گھٹا بڑھا کر ایک ناخوشگوار قضیہ چھیڑ دیا۔ جس میں بتلایا گیا کہ مجددؒ صاحب کا دعویٰ ہے کہ حضرت خواجہؒ نے بعد کو خود اُن سے استفادہ کیا ہے۔ اس قضیہ کے چھیڑنے پر حضرت مجدد صاحب کی طرف سے حضرت خواجہ کے بہت سے متوسلین کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ حضرت مجددؒ نے اس سازش پر مطلع ہو کر اول نصیحتوں کے ذریعہ سے اس قضیے کو رفع دفع کرنا چاہا تاکہ اخلاص و اتحاد میں کوئی فرق نہ آئے توجہ باطنی سے بھی کام لیا لیکن اس کے باوجود کچھ متوسلین خواجہ نے استفادہ سے اپنے کو روک لیا۔ اور ایک عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد بعض پیر بھائیوں نے عذر خواہی کی اور معافی چاہی۔ حضرت مجددؒ نے اُن کو معاف کر دیا اور اُن کے درمیان صفائی ہو گئی تھی۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا حضرت مجددؒ صاحبؒ کے علاوہ خواجہ کے تین خلفاء اور تھے اُن میں سے شیخ تاج الدین سنبھلی بعد وفات خواجہ ہندوستان کے متعدد شہروں اور قریوں میں دورہ کرتے ہوئے ممالک اسلامیہ کی سیاحت کے لیے چلے گئے بالآخر حجاز مقدس میں پہونچے اور مکہ معظمہ میں سپرد خاک ہوئے ــــ شیخ تاج الدین سنبھلی اور حضرت مجددؒ کے تعلقات آخر تک اچھے رہے جیسا کہ مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور غالباً وہ دہلی کے اس قضیے میں شریک بھی نہیں ہوئے جو حضرت مجدد کے ساتھ پیش آیا۔

خواجہ حسام الدین احمدؒ سے پوری طرح صفائی ہو گئی تھی، انھوں نے اپنے فرزندوں کو بھی حضرت مجددؒ کی تربیت میں دے دیا تھا۔ اب رہ گئے شیخ الہ دادؒ، یہ دہلی میں حضرت خواجہ کے جانشین کی حیثیت رکھتے تھے اور خانقاہ خواجہ میں مستقل سکونت رکھنے کی وجہ سے پیرزادوں اور دہلی میں رہنے والے پیر بھائیوں کی اخلاقی اور دینی حالت سنوارنے کے پورے پورے ذمہ دار تھے ــــ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان میں اتباع سنت اور محافظت طریقہ

کا جذبہ اتنا قوی نہ تھا جتنا حضرت مجدد کے اندر تھا۔۔۔۔ خانقاہ خواجہ میں بعض ایسے اجتماعات ہوتے تھے جن کو عام نظر میں خواہ دین و مزاج دین کے خلاف نہ سمجھیں لیکن فاروقی جذبہ رکھنے والے مرد کامل کی نگاہ دور بین ان کو مضر اور انجام کے لحاظ سے خطرناک قرار دیتی تھی۔

حضرت مجدد صاحبؒ شیخ الہ دادؒ جیسے ذمہ دار بزرگ پر اپنے مکتوبات میں سختی کے ساتھ تنقید کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ شکل دین اپنے اصلی خد و خال کے لحاظ سے محفوظ رہے اور طریقہ نقشبندیہ میں غفلت کی وجہ سے تغیر نہ آجائے۔

یہ بات نہیں ہے کہ حضرت مجدد کے دل میں اپنے اس جلیل القدر پیر بھائی کا احترام نہیں ہے وہ سب بھائیوں کا احترام فرماتے تھے اور حضرت خواجہ کے خاص خاص خلفاء کا تذکرہ انتہائی محبت سے کرتے تھے۔ رسالہ مبداء و معاد میں فرماتے ہیں۔

"ما چہار کس بودیم در خدمت خواجہ خود کہ بیش مردم درمیان سائر یاراں امتیازے داشتیم الخ"

اپنے مکتوبات میں جو شیخ حسام الدین احمد کے نام ہیں شیخ الہ داد کی خاص طور پر خیریت دریافت کرتے ہیں۔ مکتوب ۲۰۸ جلد اول میں ہے۔

"مدت ہوگئی تمھاری، حضرات مخدوم زادگان، میاں جمال الدین حسین، خادمان آستانہ اور بالخصوص میاں شیخ الہ دادؒ اور میاں شیخ الہدیہ کی خیریت نہیں معلوم ہوئی۔۔۔۔ اس کا سبب سوائے اس کے کہ ہم دور افتادوں کو زینت طاق نسیاں کردیا گیا ہو اور کیا ہو سکتا ہے۔"

اس محبت اور قلبی تعلق کے باوجود جب حضرت مجدد کوئی ایسی خبر سن پاتے ہیں جس سے تھوڑا سا "احداث فی الدین" بھی مترشح ہوتا ہے تو ان کی رگ فاروقیت جوش میں آجاتی ہے۔

حضرت مجددؒ کو خانقاہ خواجہ کے متعین خصوصاً شیخ الہ داد سے جن دو ایک امور میں اختلاف تھا اُن میں سے ایک مسئلہ مولود بھی ہے۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ اُس وقت مولود کا اجتماع

ہماری چودھویں صدی کی مجالس میلاد کی طرح شرعی حدود و شرائط سے آزاد نہ ہوگا اس میں یقیناً اس بات کا خیال رکھا جاتا ہوگا کہ بے تکے اشعار نہ ہوں، غلط روایات نہ ہوں، مولود پڑھنے والے بھی یقیناً پابند شریعت اور غالباً ذاکر و شاغل اشخاص ہوتے ہوں گے۔ سننے والے بھی ایسے پاکیزہ نفوس جن کے تقوے کی شہادت دہلی کی فضاؤں اور تاریخ و تذکرہ کے اوراق میں آج تک ثبت ہے۔

پھر مکتوبات عزیز سے دیکھیے تو اس نتیجے پر پہونچنا پڑے گا کہ اس مولود میں قیام بھی "شرط" اور "رکن" کی حیثیت آج کی طرح نہیں رکھتا تھا۔ پھر بھی اس "ہیئت کذائی" کو حضرت مجدد کا تفقہ اور منصب تجدید کی ذمہ داریوں کا احساس برداشت نہ کر سکا، وہ اس اجتماع کو نہ صرف غیر مستحسن قرار دیتے تھے بلکہ "طریقے" کے خلاف بھی تصور فرماتے تھے۔

مکتوب نمبر ۲۷۳ جلد اول میں مسئلہ مولود پر روشنی ڈالی گئی ہے اور لکھا ہے کہ فقیر اسقدر مبالغہ سے جو اس کو منع کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز طریقہ نقشبندیہ کے بھی منافی ہے اور مخالفت طریقہ خواہ سماع و رقص کی شکل میں ہو خواہ مولود خوانی اور شعر خوانی کی صورت میں ہو اس طریقہ کے سالکین کے لیے مضر ہے۔

اسی مکتوب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

> فیروز آباد (دہلی کا وہ علاقہ جہاں خانقاہ خواجہ تھی) ہم فقراء کا ملجا و ماویٰ ہے۔ مسترشدین کے لیے وہاں کا ہر عمل نمونے کی حیثیت رکھتا ہے، جب وقت وہاں پر کوئی ایسا امر دین کے نام پر حادث ہوتا ہے جو طریقہ نقشبندیہ کے بھی مخالف ہو تو ہم فقراء لوگ اس بات کو سن کر بڑی بے چینی پیدا ہوتی ہے۔

مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریقے کی محافظت کے پورے پورے ذمہ دار ہیں اور اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا لحاظ رکھیں۔

اسی مکتوب کے آخر میں کتنے پر زور الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں۔

"فرض کرو حضرت خواجہ اس وقت زندہ ہوتے اور یہ مجلس اُن کے سامنے ہوتی اور یہ اجتماع (بہئیت کذائی) منعقد ہوتا تو کیا وہ اس امر پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے؟ فقیر کا یقین یہ ہے کہ وہ ہرگز اس کو جائز نہ قرار دیتے بلکہ انکار فرماتے ـــــ فقیر کا مقصد فقط آگاہ کرنا تھا تم قبول کرو یا نہ کرو اختیار ہے۔ مناظرے کی گنجائش نہیں۔ اگر مخدوم زادگان اور متعلقین خانقاہ اسی موجودہ روش پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو ان حضرات کی ملاقات سے دبادل ناخواستہ ہاتھ دھونا پڑے گا۔

خواجہ حسام الدین احمد نے مسئلہ مولود کے متعلق کچھ استفسار کیا ہوا سکے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

مخدوما! جب تک اس دروازے (مولود خوانی) کو بالکل بند نہ کیا جائے گا۔ بوالہوس باز نہیں آئیں گے۔ اگر "اندک" کی تجویز اس وقت کردی گئی تو آئندہ معاملہ "بسیار" تک پہونچے گا۔ مکتوب ۷۲ جلد ثالث۔

شیخ الہ داد نے حضرت مجدد کی ان شکایات کے بعد اپنا معاملہ صاف کرنا چاہا ہے اور خواجہ حسام الدین احمد کو درمیان میں ڈالا ہے۔ چنانچہ مکتوب نمبر ۴۳ جلد اول میں ہے۔

"میاں شیخ الہ داد کے بارے میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے۔ فقیر کو اسمیں کوئی تامل نہیں لیکن اتنا محوظ رہے کہ شیخ صاحب موصوف کو اپنے طور طریقہ کو تبدیل کرنے پر نادم ہونا ضروری ہے۔ ندامت ہی عفو خواہی کا دوسرا نام ہے۔ آپ کی سفارش جو انھوں نے طلب کی ہے وہ بھی ندامت ہی کی ایک فرع ہے بہرتقدیر فقیر اپنی طرف سے درگزر کرتا ہے اب رہا خود اُن کا مجھ سے معاملہ اس کو وہ جانیں، سرہند کو اپنا گھر تصور کریں ہم پیرگی کی نسبت اور محبت ایسی نہیں ہو کہ عارضی امور سے ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اور کیا لکھوں۔ والسلام

اس کے بعد اسی مکتوب میں ایک ضروری اضافہ فرماتے ہیں اور یہ کلمات زبان قلم پر لاتے ہیں :-

اس تحریر کے بعد دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ اس بات کو ذرا واضح طریقہ پر بیان کروں ، اجمال میں ابہام رہ جاتا ہے نہ جانے کیا سمجھ لیا جائے ۔

مخدوما! معافی اس صورت میں متصور ہے کہ وہ جماعت موجودہ وضع کو برا جانے اور اس پر نادم ہو ورنہ معافی کی کوئی گنجائش نہیں ۔

آپ نے لکھا تھا کہ — پیر و مرشد نے شیخ الہ داد کے سپرد طالبین کا کام ایک جماعت کی موجودگی میں کیا تھا ۔ یہ بات ذرا تشریح کی محتاج ہے سنیئے — اگر سپرد کرنا اس حیثیت سے ہے کہ وہ فقرا اور زائرین کی خدمت کریں اور ان کی آب و نان سے خبر گیری رکھیں تو یہ بات مسلم اور درست ہے لیکن اگر اس کا مطلب یہ لیا جا رہا ہے کہ وہ جماعت طالبان کی تربیت کریں اور مقام مشیخت پر بیٹھیں یہ امر تسلیم نہیں ہے ۔ " آخر مرتبہ جب میری حاضری پیر و مرشد کے دربار میں ہوئی تھی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے کہ شیخ الہ داد میری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو ہدایت کریں اور اُن کے حالات سے مجھے مطلع کریں میرے اندر اپنے پاس سب طالبین کو بلا کر ہدایت کرنے اور حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں ہے ۔ فقیر نے اول تو اس معاملہ میں تامل کیا لیکن چونکہ ضرورت تھی اسلئے اس تجویز کی تائید کر دی ۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت محض سفارت کی ہے جو علی الخصوص جبکہ ضرورت پر مبنی ہو ۔ ضرورت اپنی مقدار پر ہی رکھی جاتی ہے ۔ وہ سفارت بھی پیر و مرشد کی حیات کے ساتھ مخصوص تھی اُن کی وفات کے بعد شیخ کا ہدایت و ارشاد کرنا اور احوال طالبان دریافت کرنا درست نہیں ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی نے دین کے معاملے میں اور طریقہ نقشبندیہ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں جتنی کوششیں صرف کرنا چاہیئے تھیں صرف کیں — اور اس جدوجہد کے اچھے نتائج

برآمد ہوئے درحقیقت طریقۂ نقشبندیہ میں سنت کی محافظت خاص اہمیت رکھتی ہے ۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی کی طرف نسبت کرنے والے بہت سے افراد نہ جانے کیوں مکتوبات امام ربانی کو غور سے نہیں دیکھتے دنیا چاہے کتنی ہی بدعات کی مرتکب ہوتی لیکن جن کے ہاتھوں میں حضرت مجدد الف ثانی جیسے متبع سنت بزرگ کی تحریری ہدایتیں مکتوبات کی صورت میں تھیں ــــــ اور وہ حضرت مجدد ہی کے سلسلے میں منسلک ہیں اُن سے بہت زیادہ تعجب کی بات ہو کہ وہ کسی بدعت کی حمایت کریں اور بجائے امر بالمعروف نہی عن المنکر، احکام دین اور تعلیمات محمدیہ کی اشاعت میں مشغول ہونے کے ایسے کام انجام دیں جن سے بدعات کو ترقی ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور بزرگان دین کی صحیح اتباع کریں۔

ختم شد۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین۔